اشاعت اوّل: ذوالقعدہ 1440ھ/ جولائی 2019

ماہِ ذو الحجہ اور قربانی سے متعلق فضائل و احکام
سے آگاہی کے لیے ایک عام فہم کورس

ماہِ ذُوالحجّہ اور قربانی
کے فَضائل اور مسائل

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

ماہِ ذُوالحجّہ کی فضیلت واہمیت

ماہِ ذوالحجہ کی فضیلت:

ماہِ ذوالحجہ اسلامی سال کا بارھواں اور آخری مہینہ ہے، گویا کہ سال کا اختتام اسی مہینے پر ہوتا ہے، اس ماہ کو بڑی فضیلت، اہمیت اور امتیازی شان حاصل ہے، اس ماہ میں اہم ترین عبادات ادا کی جاتی ہیں جیسے حج، قربانی اور تکبیراتِ تشریق، اور یہ عبادات بھی ایسی کہ جو سال بھر میں کسی اور مہینے میں ادا نہیں کی جاسکتیں، گویا کہ یہ عبادات بھی اس مہینے کی خصوصیات میں سے ہیں۔

ماہِ ذوالحجہ اَشْهُرُ الْحُرُم یعنی حرمت والے مہینوں میں سے ہے:

ماہِ ذوالحجہ اُن چار بابرکت مہینوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بناتے وقت ہی سے بڑی عزت، احترام، فضیلت اور اہمیت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ میں فرماتے ہیں:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا (تقاضا) ہے۔
(آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلامی سال کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں، جس سے اسلامی سال اور اس کے مہینوں کی قدر و قیمت اور اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح اس سے معلوم ہوا کہ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت، عظمت اور احترام والے ہیں، ان کو اَشْهُرُ الْحُرُم بھی کہا جاتا ہے، یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے جس سے ان چار مہینوں کی تعیین بھی واضح ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ "سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت (، عظمت اور احترام) والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں یعنی: ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ اور مُحرّم، اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو کہ جُمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔" (حدیث: 3197)

ماہِ ذوالحجہ سب سے زیادہ حُرمت والا مہینہ ہے:

اِن چار حرمت والے مہینوں میں سے سب سے زیادہ عظمت اور حُرمت والا مہینہ ماہِ ذوالحجہ کا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماہِ رمضان مہینوں کا سردار ہے، اور ماہِ ذوالحجہ تمام مہینوں سے زیادہ حرمت اور عظمت والا ہے۔ (شعب الایمان حدیث: 3755)

اَشْھُرُ الْحُرُم کی عظمت اور حُرمت کا تقاضا:

اَشْھُرُ الْحُرُم یعنی اِن چار مہینوں کی عزت وعظمت اور احترام کی بدولت ان میں ادا کی جانے والی عبادات کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ گناہوں کے وبال اور عذاب میں بھی زیادتی ہوتی ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان مہینوں میں عبادات کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کا بخوبی اہتمام کرنا چاہیے۔ حضرات اہلِ علم فرماتے ہیں کہ جو شخص ان چار مہینوں میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتا ہے اس کو سال کے باقی مہینوں میں بھی عبادات کی توفیق ہوجاتی ہے اور جو شخص ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے تو سال کے باقی مہینوں میں بھی اسے گناہوں سے بچنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ (احکام القرآن للجصاص سورۃ التوبہ آیت: 36، معارف القرآن سورۃ التوبہ آیت: 36)

ان چار مہینوں میں سے چوں کے ماہِ ذوالحجہ کا مہینہ بھی ہے، اس لیے اس کی عزت واحترام کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اس مہینے میں عبادات کی طرف بھرپور توجہ دی جائے اور گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔

ماہِ ذوالحجہ کی فضیلت کی مزید چند وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ **ماہِ ذوالحجہ حج کا مہینہ ہے:** ماہِ ذوالحجہ کی فضیلت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک تو یہ حج کے مہینوں میں سے ہے جن کو ''اَشْھُرِ حج'' کہا جاتا ہے، دوم یہ کہ حج کی عظیم الشان عبادت بھی اسی مہینے میں ادا ہوتی ہے۔

2۔ **ماہِ ذوالحجہ قربانی کا مہینہ ہے:** ماہِ ذوالحجہ کی فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ اسی ماہ میں قربانی جیسی عظیم عبادت ادا کی جاتی ہے۔

3۔ **ماہِ ذوالحجہ اور تکبیراتِ تشریق:** ماہِ ذوالحجہ کی فضیلت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ماہ میں تکبیراتِ تشریق جیسا محبوب عمل بھی ہے، کہ ہر فرض نماز کے بعد اللہ کی بڑائی بیان کی جاتی ہے جس میں اللہ کی عظمت اور محبت کا سماں بندھ جاتا ہے۔

4۔ **ماہِ ذوالحجہ اور عید الاضحیٰ:** ماہِ ذوالحجہ میں اللہ تعالیٰ نے عید الاضحیٰ جیسا پیارا اسلامی تہوار بھی رکھا ہے، جس کی اہمیت بخوبی واضح ہے۔

ماہِ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ماہِ ذوالحجہ کا پورا مہینہ ہی نہایت فضیلت والا ہے البتہ اس کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلت اور اہمیت باقی دنوں کی بنسبت بہت زیادہ ہے، ان ابتدائی دس دنوں کو ''عشرہ ذوالحجہ'' کہا جاتا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے فضائل ملاحظہ فرمائیں:

قرآن کریم میں ماہِ ذوالحجہ کی ابتدائی دس راتوں کی قسم:

قرآن کریم سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣

ترجمہ: قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی۔

ان تین آیات میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے، ان میں سے پہلی قسم فجر کی کھائی گئی ہے، یہاں فجر سے مراد عام فجر یعنی صبح صادق کا وقت بھی مراد لیا گیا ہے جبکہ بعض نے ماہِ محرم کی پہلی تاریخ کی صبح مراد لی ہے، البتہ بعض حضرات نے اس سے عید الاضحیٰ کی صبح مراد لی ہے۔(معارف القرآن) گویا کہ اس سے عید الاضحیٰ کی صبح کی فضیلت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

دوسری قسم دس راتوں کی کھائی گئی ہے، یہاں دس راتوں سے مراد ماہِ ذوالحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔(معارف القرآن)

تیسری اور چوتھی قسم جفت اور طاق کی کھائی گئی ہے، حدیث شریف کی رو سے جفت سے مراد یوم النحر یعنی عید الاضحیٰ کا دن ہے جبکہ طاق سے مراد یوم عرفہ یعنی 9 ذوالحجہ ہے۔(مستدرک حاکم حدیث:7517)

کسی چیز کی قسم کھانے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد:

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ اللہ تعالی جب کسی چیز کی قسم کھاتے ہیں تو اس سے اس چیز کی اہمیت، عزت اور عظمت کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور اس کی اہمیت کے لیے اتنی بات کافی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات اور خالقِ کائنات اس کی قسم کھا رہی ہے!! اس لیے سورتِ فجر کی ان آیات میں عشرہ ذوالحجہ، یومِ عرفہ سمیت جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے اس سے ان کی عظمت اور فضیلت بخوبی ثابت ہو جاتی ہے۔
(اصلاحی خطبات)

عشرہ ذوالحجہ میں کیے جانے والے نیک اعمال کی فضیلت اور اہمیت:

1۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اللہ تعالی کے نزدیک (ماہِ ذوالحجہ کے) اِن دس دنوں میں کیا جانے والا نیک عمل دیگر دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل کی بنسبت زیادہ محبوب ہے۔“ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا (دیگر دنوں میں کیا جانے والا) جہاد بھی (اِن دس دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل سے) افضل نہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”جی ہاں! (دیگر دنوں میں کیا جانے والا) جہاد بھی (اِن دس دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل سے) افضل نہیں، البتہ وہ شخص جو اپنی جان اور اپنا مال لے کر جہاد میں چلا جائے (اور سب کچھ قربان کر دے) اور ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ آئے (بلکہ شہید ہو جائے تو اس شخص کا جہاد اِن دس دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل سے افضل ہے)۔“ (سنن ابی داود حدیث:2440)

2۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ” اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ماہِ ذوالحجہ کے) اِن دس دنوں میں کیا جانے والا نیک عمل دیگر دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل کی بنسبت زیادہ پاکیزہ اور عظمت والا ہے۔“ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا (دیگر دنوں میں کیا جانے والا) جہاد بھی (اِن دس دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل سے) افضل نہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ” جی ہاں! (دیگر دنوں میں کیا جانے والا) جہاد بھی (اِن دس دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل سے) افضل نہیں، البتہ وہ شخص جو اپنی جان اور اپنا مال لے

کر جہاد میں چلا جائے (اور سب کچھ قربان کر دے) اور ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ آئے (بلکہ شہید ہو جائے تو اس شخص کا جہاد اِن دس دنوں میں کیے جانے والے نیک عمل سے افضل ہے)۔" راوی کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ ان دس دنوں میں عبادات میں بہت زیادہ جدّ وجہد فرماتے حتی کہ یہ ان کے لیے مشکل ہو جاتی! (سنن الدارمی حدیث:1774)

3۔ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں میں کیا جانے والا نیک عمل دیگر دنوں کے بنسبت زیادہ محبوب اور عظمت والا ہے،اس لیے ان ایام میں تہلیل (یعنی لاالٰہ الا اللہ)، تحمید (یعنی الحمدللہ) اور تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کی کثرت کیا کرو۔"(مسند احمد حدیث:5446)

4۔ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ ذوالحجہ کے ان دس دنوں میں سے ہر دن کے روزے کا اجر ایک سال کے روزوں کے برابر ہے جبکہ ہر رات کی عبادت کا اجر شبِ قدر کی عبادت کے برابر ہے۔(سنن الترمذی حدیث: 758) اس روایت پر کلام بھی ہوا ہے جیسا کہ اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں البتہ بعض اہلِ علم نے فضائل کی حد تک اسے قبول کیا ہے۔(دیکھیے: اصلاحی خطبات)

یومِ عرفہ یعنی 9 ذوالحجّہ کے فضائل

ماہِ ذوالحجہ کے ان دس ایام میں 9 ذوالحجہ یعنی یومِ عرفہ کو بھی بڑی ہی فضیلت حاصل ہے،اس دن حُجاج کرام حج کا عظیم رکن وُقُوفِ عرفہ ادا فرماتے ہیں،احادیث میں اس دن کے بڑے فضائل مذکور ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

1۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عرفہ کے دن کے علاوہ کوئی بھی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزادی دیتے ہوں، اور اللہ تعالیٰ (عرفہ کے دن اپنے بندوں کے) قریب ہوتے ہیں اور اپنے بندوں پر فخر کرتے ہوئے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ میرے بندے کیا چاہتے ہیں! (حدیث:3354)

2۔اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے یومِ عرفہ کے روزے کی فضیلت کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سے اگلے اور پچھلے ایک ایک سال کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔(حدیث:2804)

3۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یومِ عرفہ کے روزے کا اجر دو سال کے روزوں کے برابر ہے۔(المعجم الکبیر حدیث:866)

وضاحت:

بعض حضرات کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ جس دن سعودی عرب میں یومِ عرفہ ہوگا اسی دن پوری دنیا میں بھی یومِ عرفہ ہوگا اور اس دن روزہ بھی عرب کے مطابق رکھیں گے، واضح رہے کہ ہر ملک میں یومِ عرفہ اسی دن ہوگا جس دن وہاں ذوالحجہ کی 9 تاریخ ہوگی چاہے وہ عرب کے مطابق ہو یا نہیں۔

خلاصہ: ماہِ ذوالحجہ اور عبادات:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ماہِ ذوالحجہ میں نوافل، ذکر، تسبیحات، تلاوت، روزے، صدقات اور ان جیسی دیگر عبادات کا خوب اہتمام ہونا چاہیے، ان کی بڑی فضیلت ہے، اسی طرح گناہوں سے بچنے کا بھی بھرپور اہتمام ہونا چاہیے۔

خصوصًا عشرہ ذوالحجہ اور ان میں بھی یومِ عرفہ کی خصوصی اہمیت اور فضیلت کی وجہ سے ان میں ان عبادات کی فضیلت واہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، اس لیے عبادات کا اہتمام بھی بڑھ جانا چاہیے، راتوں کو بھی حسبِ استطاعت عبادات کا اور دن کو نفلی روزہ رکھنے کا اہتمام رہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ عشرہ ذوالحجہ میں نفلی روزے 9 ذوالحجہ تک ہیں کیوں کہ عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا ناجائز ہے۔

تنبیہ: سال کے پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنا ناجائز ہے:

عیدالفطر کا دن۔

عیدالاضحیٰ کے چار دن یعنی دس ذوالحجہ سے لے کر 13 ذوالحجہ تک۔ (ردالمحتار مع الدر المختار)

قربانی کرنے والے شخص کے لیے بال اور ناخن کاٹنے کا حکم:

قربانی کرنے والے شخص کے لیے ذوالحجہ کا چاند نظر آجانے کے بعد سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے، لیکن اگر کوئی شخص کاٹنا چاہے تو بھی جائز ہے، گناہ نہیں۔ البتہ اگر قربانی کرنے سے پہلے ناخنوں اور زیرِ ناف اور بغل کے بالوں کے چالیس دن پورے ہو چکے ہوں تو ایسی صورت میں ان زائد بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا ضروری ہے۔ (صحیح مسلم حدیث: 1977 و 258، ردالمحتار، احسن الفتاویٰ)

قربانی

شریعت کے مطابق کیجیے!!

قربانی کی فضیلت، اہمیت اور تاریخ

تاریخِ قربانی:

قربانی ماہِ ذوالحجہ کی ایک اہم ترین اور عظیم الشان عبادت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے ہی سے چلا آرہا ہے، جیسا کہ حکیمُ الامّت مجدّدُ الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تب ہی سے ان جانوروں کا ذبح کرنا بحکمِ الٰہی جاری ہے، حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوئی۔‘‘

(امداد الفتاویٰ)

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل کا قصہ:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ دونوں نے اللہ کے حضور قربانی پیش کی، ہابیل نے ایک عمدہ دنبہ قربان کیا جبکہ قابیل نے کچھ زرعی پیداوار یعنی غلہ پیش کیا، اُس وقت قربانی قبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آکر قربانی کو کھالیتی، چنانچہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے کھالیا، اس طرح اس کی قربانی قبول ہوگئی جبکہ قابیل کی قربانی وہیں پڑی رہ گئی گویا کہ وہ قبول نہ ہوئی۔ (آسان ترجمہ قرآن) مذکورہ واقعہ سے متعلق سورۃ المائدہ کی آیت ملاحظہ فرمائیں:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ پڑھ کر سناؤ، جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی، اور اُن میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔ اس (دوسرے نے پہلے سے) کہا کہ: میں تجھے قتل کرڈالوں گا۔ پہلے نے کہا کہ: اللہ تو اُن لوگوں سے (قربانی) قبول کرتا ہے جو متقی ہوں۔ (آسان ترجمہ قرآن) تفصیل دیکھیے: معارف القرآن، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر روح المعانی۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا عظیم الشان واقعہ:

اسی طرح قربانی سے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عظیم الشان واقعہ بھی نہایت ہی اہمیت اور خصوصیت کا حامل ہے جو کہ مشہور و معروف ہے۔ چنانچہ قرآن کریم سورۃ الصّٰفّٰت میں اس کا ذکر ہے، ملاحظہ فرمائیں:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ

أَنْ يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَآ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَٰٓؤُاْ الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنَٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ
﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْءَاخِرِينَ ﴿١٠٨﴾ سَلَٰمٌ عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ﴿١٠٩﴾ كَذَٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٠﴾ إِنَّهُۥ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١١﴾

ترجمہ: [حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ:] اے میرے پروردگار! مجھے ایک ایسا بیٹا دے دے جو نیک لوگوں میں سے ہو۔﴿١٠٠﴾ چنانچہ ہم نے انھیں ایک بُردبار لڑکے کی خوشخبری دی۔﴿١٠١﴾ پھر جب وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو اُنھوں نے کہا: بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمھیں ذبح کر رہا ہوں، اب سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان! آپ وہی کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔﴿١٠٢﴾ چنانچہ (وہ عجیب منظر تھا) جب دونوں نے سر جھکا دیا، اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا،﴿١٠٣﴾ اور ہم نے اُنھیں آواز دی کہ: اے ابراہیم! ﴿١٠٤﴾ تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔﴿١٠٥﴾ یقیناً یہ ایک کھلا ہوا امتحان تھا،﴿١٠٦﴾ اور ہم نے ایک عظیم ذبیحہ کا فدیہ دے کر اُس بچے کو بچا لیا۔﴿١٠٧﴾ اور جو لوگ اُن کے بعد آئے اُن میں یہ روایت قائم کی﴿١٠٨﴾ (کہ وہ یہ کہا کریں کہ:) سلام ہو ابراہیم پر!۔ ﴿١٠٩﴾ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں،﴿١١٠﴾ یقیناً وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔﴿١١١﴾ (آسان ترجمہ قرآن)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے:

یہاں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے جس کے مطابق عمل پیرا ہونا ضروری ہوتا ہے، اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام محض اپنے خواب کی بنا پر اپنے صاحبزادے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی کا بھی خواب دلیل اور حجّت نہیں بن سکتا کہ اس کے مطابق عمل پیرا ہونا ضروری ہو۔

قربانی کا عمل ہر دین وملت میں موجود رہا ہے:

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل وقابیل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ان واقعات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنا ایسی عبادت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امتِ محمدیہ تک ہر دین وملّت میں موجود رہی ہے، جیسا کہ قرآن کریم سورت الحج آیت 34 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُواْ اسْمَ اللهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ الْأَنْعَٰمِ

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی اس غرض کے لیے مقرر کی ہے کہ وہ مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انھیں عطا فرمائے ہیں۔

(آسان ترجمہ قرآن)

اس سے یہ حقیقت تو سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کا عمل ہر امت کے لیے مقرر کیا گیا البتہ اس کے

طریقے اور صورت میں کچھ فرق ضرور رہا ہے، انھی میں سے قربانی کی ایک عظیم الشان صورت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امتِ محمدیہ کو عید الاضحیٰ کی قربانی کی صورت میں عطا فرمائی ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے۔

قربانی کا مقصد:

قربانی کے اس عظیم الشان عمل کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کے لیے ہمہ وقت تیار رہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنی تمام تر خواہشات پر مقدّم رکھے، اللہ تعالیٰ کی محبت تمام محبتوں پر غالب رکھے، اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی جان، مال، اولاد، خواہشات سمیت ہر چیز کو قربان کرنے سے دریغ نہ کرے، اپنے آپ کو مکمل اللہ تعالیٰ کے تابع کردے اور زندگی کے تمام معاملات میں شریعت کی پیروی کو ترجیح دے۔ یہی قربانی کی حقیقت اور فلسفہ ہے! یہی ہر سال قربانی کرنے کا سبق ہے کہ ہمیں اللہ کو راضی کرنے کے لیے سب کچھ قربان کرنا آجائے، اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے اس عظیم واقعہ سے سب سے بڑا درس بھی یہی ملتا ہے کہ اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے والد نے بیٹے تک کو قربان کرنے میں تامّل نہیں کیا، اور بیٹے نے بھی اللہ کے حکم کی تعمیل میں ذرا برابر بھی پس و پیش کا مظاہرہ نہیں کیا جیسا کہ اسی قرآنی واقعہ میں ''فَلَمَّآ أَسۡلَمَا'' سے اسی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ دونوں نے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کیا۔ اور ان تمام امور سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے بس!

حضور اقدس ﷺ کے عمل مبارک سے عید الاضحیٰ کی قربانی کی اہمیت:

سنن الترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ دس سال مدینہ میں مقیم رہے اور ہر سال قربانی فرماتے تھے۔ (حدیث: 1507) حضور ﷺ کا ہر سال قربانی کرنا قربانی کی اہمیت، فضیلت اور تاکید کے لیے کافی ہے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سیاہ اور سفید رنگت والے اور بڑے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی فرمایا کرتے تھے، اور اپنے پاؤں کو ان کی گردن کے پاس رکھ لیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے ذبح فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری حدیث: 5564)

حضور ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنا:

مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ و سفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا اپنی اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے قربان کرتے۔ (حدیث: 25843)

کس قدر خوش نصیب ہے یہ امتِ محمدیہ کہ سرکارِ دو عالَم حضور ﷺ ان کی طرف سے بھی قربانی کا اہتمام فرماتے تھے!! اس حدیث میں حضور ﷺ کا اپنی امت اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے قربانی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو قربانی کے ثواب میں شریک فرما لیتے یعنی ان

کے لیے ایصالِ ثواب فرماتے، اس لیے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کر کے کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کو اس کا ثواب پہنچانا یا کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کے ایصالِ ثواب کے لیے قربانی کرنا بھی درست ہے۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آرہی ہے ان شاء اللہ۔

قربانی والے دن قربانی سے بڑھ کر محبوب عمل کوئی نہیں!

سنن الترمذی میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”قربانی والے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمی کا کوئی بھی عمل قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کُھروں کو لے کر آئے گا، اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے ہاں قبولیت کے مقام کو پالیتی ہے، اس لیے تم خوشی خوشی قربانی کیا کرو۔“ (حدیث: 1493)

قربانی کے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لانے کا مقصد اجر و ثواب میں اضافہ ہے، جیسا کہ ”مصنف عبد الرزاق“ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”قربانی کیا کرو اور خوش دلی سے کیا کرو کیوں کہ جب مسلمان اپنی قربانی کا رخ قبلے کی طرف کرتا ہے تو اس کا خون، گوبر اور اون قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کی صورت میں حاضر کیے جائیں گے۔“ (حدیث: 8167)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قربانی کی یہ عبادت بوجھ سمجھ کر بے دلی کے ساتھ ادا کرنے کی بجائے خوشی خوشی ادا کرنی چاہیے، یہی عبادت کی خوبی ہے اور یہ بھی قربانی کی قبولیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

قربانی کا بنیادی رُکن، اور ایک سنگین غلط فہمی کا ازالہ:

قربانی کے ایام میں جانور ذبح کرنا ہی ضروری ہے، کیوں کہ یہ قربانی کا رکن ہے، اس لیے یہ عبادت جانور ذبح کرنے ہی سے ادا ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے کی بجائے جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کے ان ایام میں قربانی نہیں کی یہاں تک کہ 12 ذوالحجہ کا سورج غروب ہوگیا تو ایسی صورت میں اب درمیانے درجے کے بکرے یا دنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اگر جانور خریدنے کے باوجود بھی قربانی کے ایام میں قربانی نہ کر سکا تو اب اسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔
(اعلاء السنن، امداد الاحکام، فتاویٰ محمودیہ، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل اور مسائل)

اس سے ان حضرات کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کرنے کی بجائے کسی غریب کی مدد کرنی چاہیے تاکہ ان کا بھلا ہو، اس جیسی بے بنیاد اور کھوکھلی باتوں کے متعدد تحقیقی اور اِلزامی جوابات دیے جاسکتے ہیں اور مدلّل تردید بھی کی جاسکتی ہے جیسا کہ ہر دور میں حضرات اہلِ علم کرتے چلے آرہے ہیں، لیکن اس کے جواب میں صرف ایک بنیادی نکتے کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے وہ یہ کہ ایک مؤمن کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سب سے زیادہ اہم چیز ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہر چیز سے مقدّم ہے، ان کے حکم کے مقابلے میں کسی دلیل، کسی تاویل اور کسی عقلی توجیہ کی کوئی حیثیت نہیں، ان کا حکم بلاچون وچرا ماننا چاہیے، یہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے

سچی محبت کی علامت ہے اور یہی ان کی عظمت کا تقاضا ہے کہ ان کے حکم کے مقابلے میں کسی قسم کے عقلی گھوڑے نہ دوڑائے جائیں، بلکہ ان کے آگے سرِ تسلیم خم کیا جائے جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا لیا، تبھی تو وہ کامیاب ہو گئے!

قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسے قبول ہو؟

قربانی ایک عظیم عبادت ہے اور عبادت کی خوبی یہی ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے، اس لیے ہر مسلمان کی یہی کوشش اور فکر ہونی چاہیے کہ وہ جو عبادت ادا کر رہا ہے وہ اللہ کے ہاں قبول ہے بھی یا نہیں، کہیں کوئی ایسی غلطی اور کوتاہی تو سرزد نہیں ہو رہی جس کی وجہ سے اس کی عبادت قبول نہ ہو رہی ہو! یہ جائزہ لینا ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے یہ بات یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی سمیت کسی بھی عبادت کی قبولیت کے لیے تین شرائط ہیں:

- وہ عبادت ایمان کے ساتھ ہو، یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم شخص کی کوئی بھی عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی، البتہ ان کے اچھے کاموں کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں دے دیتے ہیں لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔
- وہ عبادت شریعت کے مطابق ہو، یہی وجہ ہے کہ جو عبادت شریعت کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر گز قابلِ قبول نہیں۔ اور یہ یاد رکھیے کہ عبادت شریعت کے مطابق سرانجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں صحیح علم حاصل کیا جائے، صحیح علم حاصل کرنے کے بعد ہی وہ عبادت شریعت کے مطابق ادا کی جاسکتی ہے۔
- وہ عبادت اخلاص کے ساتھ ہو، یہی وجہ ہے کہ جو عمل لوگوں کے دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت نہیں ہوتی۔

کسی بھی عبادت کی قبولیت کے لیے یہ تین باتیں پائی جانی ضروری ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی گئی تو وہ عبادت ہر گز قبول نہیں ہوگی، بلکہ وہ عبادت کہلائے جانے کے قابل ہی نہیں ہوتی۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم عبادت کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے، جس کی وجہ سے زندگی گزر جاتی ہے لیکن ہمیں ٹھیک طرح عبادت کرنے کی توفیق بھی میسر نہیں آتی، جیسے نفل پڑھنا کتنی بڑی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہی نفل مکروہ اوقات میں ادا کرتا ہے تو اس کو ثواب تو کیا ملے گا بلکہ اُلٹا گناہ ملے گا، کیوں کہ مکروہ اوقات میں نفل نماز ادا کرنا جائز ہی نہیں، تو گویا کہ عبادت جب شریعت کی تعلیمات کے خلاف کی جائے تو وہ عبادت نیکی نہیں رہتی بلکہ گناہ بن جاتی ہے، اس سے ان حضرات کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے جو عبادت کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ یہ شریعت کے مطابق ہے بھی یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیکی ہر جگہ نیکی نہیں ہوا کرتی، بلکہ نیکی حقیقی معنوں میں نیکی اس وقت بنتی ہے جب وہ ایمان اور اخلاص کے ساتھ شریعت کی تعلیمات کے مطابق کی جائے!!

یہی حال قربانی جیسی عظیم عبادت کا بھی ہے کہ بہت سے لوگ اس کے احکامات نہیں سیکھتے جس کے نتیجے میں سنگین غلطیاں کر بیٹھتے

ہیں اور قربانی کرنے کے باوجود بھی ان کی قربانی درست نہیں ہوتی، اسی طرح بعض لوگ قربانی میں نام ونمود اور ریاکاری جیسے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوجاتے ہیں کہ ان کا مقصود دکھلاوہ ہوتا ہے، بڑے سے بڑا اور مہنگے سے مہنگا جانور اسی لیے لاتے ہیں تاکہ نام ونمود ہو، واہ واہ ہو اور شہرت ہو، جس کے نتیجے میں ان کی قربانی اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ کہ قربانی کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ دو کام کیے جائیں:

- ایک یہ کہ قربانی سے متعلق تمام ضروری مسائل سیکھ لیے جائیں اور پھر انھی کے مطابق قربانی کی جائے۔ یاد رکھیے کہ احکامات سیکھے بغیر ٹھیک طرح عمل ہرگز نہیں ہوسکتا۔
- دوم یہ کہ قربانی کے لیے اپنی نیت درست کی جائے کہ قربانی کا عمل صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو، اس میں کسی قسم کا نام ونمود اور ریاکاری نہ ہو۔

استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید:

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“ (حدیث: 3123)

صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر اس وعید سے جہاں قربانی کی اہمیت اور تاکید معلوم ہوجاتی ہے وہاں اس کے واجب ہونے کی طرف بھی اشارہ ہوجاتا ہے کیوں کہ یہ وعید واجب جیسے احکام ترک کرنے پر ہی وارد ہوسکتی ہے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جو صاحبِ نصاب شخص قربانی نہ کرے تو وہ عید کی نماز پڑھنے نہ آئے یا اس کی نمازِ عید ادا نہیں ہوتی، کیوں کہ نمازِ عید کی درستی اور ادائیگی قربانی کرنے پر موقوف نہیں، بلکہ عید کی نماز ایسے شخص کے ذمے بھی واجب ہے، درحقیقت اس حدیث سے مقصود زجر وتنبیہ اور اظہارِ ناراضگی ہے کہ استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والا شخص اس جرم کی پاداش میں اس قابل ہے ہی نہیں کہ وہ خیر، برکتوں اور رحمتوں پر مشتمل نمازِ عید کے عظیم مبارک اجتماع میں حاضر ہو!

نہ جانے کتنے لوگ ایسے ہوں گے جو صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود بھی لاعلمی کی وجہ سے یا پھر جان بوجھ کر قربانی نہیں کرتے، اور طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو اپنی شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات میں تو لاکھوں روپے بے دریغ خرچ کرتے ہیں حتی کہ اس کے قرض کا بوجھ بھی برداشت کرتے ہیں لیکن جب قربانی کی باری آتی ہے تو طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے لگتے ہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے! وہ خوب جانتا ہے کہ کونسا عذر قبول ہے اور کونسا نہیں! اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں قربانی کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اس سنگین وعید کے حق دار نہ بنیں۔

اسی طرح اس حدیث میں ”وُسعت“ کی قید سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ قربانی ہر ایک پر واجب نہیں بلکہ وُسعت اور استطاعت والے شخص ہی پر واجب ہے، اور صاحبِ وسعت سے مراد صاحبِ نصاب ہونا ہے۔

قربانی کا تفصیلی نصاب مع نصاب سے متعلق اہم وضاحتیں

قربانی صرف صاحبِ نصاب پر واجب ہے!

یہ بات واضح رہے کہ شریعت نے قربانی کی یہ عبادت ہر مسلمان پر واجب قرار نہیں دی ہے، بلکہ اس کے لیے کچھ مخصوص شرائط رکھے ہیں، ان شرائط کے پائے جانے کے بعد ہی قربانی واجب ہوتی ہے۔

قربانی واجب ہونے کی شرائط:

1: مسلمان ہونا، کیوں کہ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم کی قربانی قبول ہی نہیں ہوتی، اس لیے کہ اعمال کی قبولیت کی شرائط میں سے بنیادی شرط ایمان ہے۔

2: بالغ ہونا، کیوں کہ نابالغ پر قربانی واجب نہیں اگرچہ اس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو، اور یہی بات راجح اور مفتیٰ بہ ہے۔

3: عاقل ہونا، کیوں کہ مجنون پر قربانی واجب نہیں اگرچہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔

4: مقیم ہونا، کیوں کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اگرچہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔

5: صاحبِ نصاب ہونا، کیوں کہ جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔

خلاصہ: قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو عاقل، بالغ، مقیم اور صاحبِ نصاب ہو چاہے مرد ہو یا عورت۔

(رد المحتار، فتاویٰ عالمگیری، مبسوط السرخسی، جواہر الفقہ، فتاویٰ محمودیہ)

مسئلہ: اگر مسافر اور غیر صاحبِ نصاب شخص بخوشی نفلی قربانی کرنا چاہیں تو بھی درست ہے۔ (رد المحتار)

ما قبل میں مذکور آخری شرط نمبر 5 سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قربانی واجب ہونے کے لیے صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے، اس لیے ہر مسلمان کو قربانی کے نصاب سے واقفیت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں۔

قربانی واجب ہونے کا نصاب:

1: جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

2: قربانی کا نصاب وہی ہے جو صدقۃ الفطر کا ہے، اس لیے جس شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

قربانی کا تفصیلی نصاب بیان کرنے سے پہلے ایک اہم نکتے کی وضاحت ضروری ہے، ملاحظہ فرمائیں:

زکوٰۃ، قربانی اور صدقۃ الفطر کے نصاب سے متعلق بعض غلط فہمیاں اور ان کا اِزالہ:

ہمارے معاشرے میں زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق درج ذیل غلط فہمیاں رائج ہیں:

- جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔
- جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے تو صرف اسی پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب نہیں۔

یہ واضح غلط فہمیاں ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق مسلمانوں میں تین طبقے پائے جاتے ہیں:

پہلا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمے زکوٰۃ بھی فرض ہے، اور صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہیں۔

دوسرا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہیں ہوتا، اور صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب بھی نہیں ہوتا۔

حکم: ان کے ذمے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی میں سے کوئی بھی حکم لازم نہیں ہوتا، یہی وہ طبقہ ہے جن کو زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ دینا جائز ہے۔

تیسرا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہیں ہوتا، البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمے زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ ان کے ذمے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہیں، یہ وہ طبقہ ہے کہ ان کے لیے بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب میں فرق:

زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ میں تو صرف چار چیزوں یعنی سونا، چاندی، رقم اور سامانِ تجارت کا اعتبار کیا جاتا ہے، جبکہ قربانی میں ان چار چیزوں کے علاوہ ضرورت سے زائد سامان اور مال کا بھی حساب کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شخص ان چار چیزوں کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا نصاب کہا جاتا ہے، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد سامان کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو صدقۃ الفطر یا قربانی کا نصاب کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ صدقہ الفطر اور قربانی کا نصاب ایک ہی ہے۔

اس تفصیل سے یہ احکام ثابت ہوتے ہیں:

1: جس شخص کے ذمے زکوٰۃ فرض ہے تو اس کے ذمے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہے، اور ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

2: جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہ ہو لیکن صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ اس کے ذمے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

3: زکوٰۃ صرف اسی شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہ ہو اور صدقۃ الفطر کا نصاب بھی نہ ہو۔ (مستفاد من کتب الفقہ)

خلاصہ یہ کہ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر تو قربانی واجب ہے ہی لیکن جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہ ہو البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

قربانی کا تفصیلی نصاب:

بنیادی طور پر قربانی پانچ چیزوں پر واجب ہوتی ہے:

1: سونا۔ 2: چاندی۔ 3: سامانِ تجارت۔ 4: رقم۔ 5: ضرورت سے زائد اشیاء اور سامان۔

ان پانچ چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل صورتوں میں قربانی واجب ہوتی ہے:

1: جس شخص کے پاس صرف سونا ہو، مذکورہ بالا باقی چار چیزوں میں سے کچھ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ (یعنی 87.84 گرام) سونا ہے، جو سونا اس سے کم ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔

2: جس شخص کے پاس ان پانچ چیزوں میں سے صرف چاندی، یا صرف سامانِ تجارت، یا صرف رقم ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے ہر ایک کا نصاب ساڑھے باون تولہ (یعنی 612.36 گرام) چاندی ہے۔ جو چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو، اسی طرح جو سامانِ تجارت یا رقم ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

3: جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

4: جس شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو، لیکن ساتھ ساتھ اس کے پاس کچھ چاندی یا کچھ سامانِ تجارت یا کچھ رقم بھی ہو تو اس صورت میں اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو ان پر قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

5: کسی شخص کے پاس یہ پانچوں چیزیں (یعنی سونا، چاندی، سامانِ تجارت، رقم اور ضرورت سے زائد سامان) ہوں یا ان میں سے بعض ہوں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے نصاب تک نہیں پہنچتی ہو تو اس صورت میں ان کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کا حساب لگایا جائے گا، اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو اس شخص پر قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

6: جس شخص کے پاس کچھ سونا یا کچھ رقم ہو اور ساتھ میں ضرورت سے زائد سامان بھی ہو اور ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔ (جواہر الفقہ، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل از حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب)

قربانی کے نصاب سے متعلق اہم وضاحتیں

مالِ تجارت سے متعلق وضاحت:

1: سامانِ تجارت سے مراد وہ مال ہے جو تجارت ہی کی حتمی نیت سے خریدا گیا ہو، لیکن اگر وہ مال ایسا ہے کہ خریدتے وقت تجارت کی نیت نہیں تھی بلکہ بعد میں نیت بنی، یا اپنے پاس پہلے سے موجود کسی مال کو فروخت کرنے کا ارادہ ہوا، یا کسی چیز کو خریدتے وقت تجارت کی نیت تو نہ تھی لیکن یہ نیت تھی کہ اگر اچھا نفع مل رہا ہو تو فروخت کردیں گے؛ تو ان سب صورتوں میں یہ مال سامانِ تجارت میں شامل نہیں ہوگا، اس لیے اس کو سامانِ تجارت کے طور پر قربانی کے نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

2: قربانی کے نصاب کے لیے سامانِ تجارت کا حساب لگاتے وقت قیمتِ فروخت کا اعتبار ہوگا، نہ کہ قیمتِ خرید کا۔ دُکان وغیرہ میں موجود کل سامانِ تجارت کا قیمتِ فروخت کے اعتبار سے حساب لگائیں گے، البتہ اگر کل سامانِ تجارت میں سے ہر ایک کا الگ الگ حساب لگانا مشکل ہو تو اس صورت میں یوں بھی حساب لگانا درست ہے کہ وہ تمام مالِ تجارت اگر آج فروخت کرنا چاہیں تو جتنی رقم میں وہ فروخت ہوسکتا ہو اسی کو سامنے رکھتے ہوئے قربانی کے نصاب کا حساب لگالیا جائے۔ (رد المحتار، اصلاحی خطبات)

سونے چاندی سے متعلق وضاحت:

سونا، چاندی چاہے زیورات کی شکل میں ہوں یا کسی اور صورت میں، اسی طرح سونا اور چاندی کے زیورات چاہے استعمال کے لیے ہوں یا ویسے ہی رکھے رہتے ہوں؛ بہر صورت ان کو قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا۔ (رد المحتار ودیگر کتبِ فقہ)

رقم سے متعلق وضاحت:

1: رقم ان اموال میں سے ہے جن پر قربانی کا حکم لاگو ہوتا ہے، البتہ اس سے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ رقم پر قربانی کا حکم لاگو ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رقم پر قربانی اس وقت لاگو ہوتی ہے جب وہ ضرورت سے زائد ہو، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد نہ ہو تو اس پر قربانی لاگو نہیں ہوگی، یہ بات راجح نہیں ہے، بلکہ راجح قول یہی ہے کہ رقم بہر صورت قربانی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، چاہے وہ آئندہ پیش آنے والے کسی بھی مقصد کے لیے رکھی گئی ہو، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو رقم شادی بیاہ کے لیے، حج وعمرہ کرنے یا گھر بنانے یا گاڑی وغیرہ خریدنے کے لیے یا گھر کے اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو قربانی کے نصاب میں اس کا بھی حساب لگایا جائے گا۔

مثال: اس وضاحت سے یہ مسئلہ بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ اگر کسی خاتون کے پاس دو تولہ سونا ہو اور ساتھ میں اس کے پاس کچھ رقم بھی ہو بھلے وہ رقم ذاتی اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو اس رقم کو اس دو تولے سونے کے ساتھ ملا کر اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی

ہے تو اس پر بھی قربانی لازم ہو گی۔(فتاویٰ عثمانی، نوادر الفقہ)

2: کسی شخص کی ملکیت میں جتنی بھی رقم ہو چاہے اپنے پاس موجود ہو، یا بینک اکاؤنٹ میں ہو، یا کسی کے پاس امانت رکھوائی ہو، یا کسی اور کو قرضہ دی ہو، یا جہاں کہیں بھی ہو؛ سب کو قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا۔(ردالمحتار و دیگر کتبِ فقہ)

ضرورت سے زائد سامان سے متعلق وضاحت

جو چیزیں ضرورت اور استعمال کی ہیں ان کو قربانی کے نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

ضرورت کی چیزیں:

رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے اور جوتے، کھانے پینے کے برتن، ضرورت کی گاڑی، گھریلو ضرورت میں استعمال ہونے والی چیزیں جیسے سلائی اور دھلائی کی مشینیں، پنکھا، فرنیچر، فریج، اسی طرح صنعت و حرفت یعنی پیشے، تجارت اور مزدوری کے آلات و اوزار جیسے درزی کی سلائی مشینیں، فیکٹری کی مشینیں وغیرہ؛ سب ضرورت کی چیزیں ہیں، اس لیے قربانی کے نصاب میں ان کو شمار نہیں کیا جائے گا۔

(ردالمحتار، المحیط البرہانی، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل و احکام)

لیکن جو چیزیں ضرورت سے زائد ہیں تو ان کو نصاب میں شمار کیا جائے گا۔

ضرورت سے زائد چیزیں:

ضرورت سے زائد سامان میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں:

1: وہ اشیا جو کسی بھی طرح استعمال میں نہ آتی ہوں جیسے محض زیب و زینت کے لیے رکھے گئے برتن وغیرہ۔

2: وہ چیزیں جو پرانی یا خراب ہونے کی وجہ سے ویسے ہی گھروں میں پڑی رہتی ہوں اور قیمت بھی رکھتی ہوں جیسے فالتو مشینیں، بے کار سامان اور فرنیچر وغیرہ؛ یہ سب چیزیں ضرورت سے زائد ہیں۔ (ردالمحتار، المحیط البرہانی، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل و احکام)

3: اگر کسی کے پاس اپنے گھر کے علاوہ کوئی خالی پلاٹ یا ضرورت سے زیادہ گاڑی ہو تو اسے بھی ضرورت سے زائد سامان میں شمار کیا جائے گا۔

(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل و احکام، ردالمحتار، جواہر الفقہ)

4: کسی نے اپنا ایک گھر کرایے پر دے رکھا ہو تو اگر اس کا کرایہ گھر کی ضروریات میں استعمال ہوتا ہو تو وہ ضرورت سے زائد نہیں، لیکن اگر وہ کرایہ گھر کی ضرورت سے زائد ہو تو وہ گھر ضرورت سے زائد چیزوں میں شمار ہو گا۔(بہشتی زیور، زکوٰۃ کے فضائل و احکام از مفتی رضوان صاحب)

نصاب میں قرض اور واجب الاداءرُقوم سے متعلق احکام:

1۔ کسی شخص کے ذمّے کسی دوسرے کا قرضہ ہو یا کرایہ، بِل، اسکول وغیرہ کی فیسیں، ادھار پر خریدی ہوئی چیز کی قسطیں یا ان جیسی دیگر واجب الادارُقوم ہوں اور قربانی کے ان تین دنوں سے پہلے ان کی ادائیگی کی تاریخ آچکی ہو تو قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت ان تمام واجب الادا رقوم کو نکالنے کے بعد نصاب کا اعتبار ہوگا کہ یہ تمام رقوم نکال دینے کے بعد بھی اگر وہ مال نصاب کو پہنچتا ہو تو اس پر قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

2۔اس شخص نے دوسرے کو قرضہ دیا ہو اور اس کے ملنے کی امید بھی ہو اگرچہ تاخیر سے ہی سہی تو قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس قرضے کو بھی شمار کیا جائے گا۔

3۔ کسی نے کمیٹی یعنی بی سی ڈالی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر وہ شخص کمیٹی لے چکا ہو تو اس صورت میں جتنی قسطیں دینی باقی ہوں وہ اس پر قرضہ ہیں، قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس قرضے کو نکال کے حساب لگایا جائے گا۔دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کمیٹی نہیں لی ہو تو جتنی قسطیں جمع کرا چکا ہو وہ تمام رقم اس کا قرضہ ہے، قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس کو بھی نصاب میں شمار کیا جائے گا۔

(الدر المختار مع رد المحتار، البحر الرائق، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

4۔ کسی صاحبِ نصاب شخص نے دوسرے کو قرض دیا ہو اور اس کے پاس قربانی کے ایام میں قربانی کرنے کے لیے رقم نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ قرض دار سے اس قدر رقم کا مطالبہ کرے کہ جس کے ذریعے قربانی کی جاسکے، لیکن اگر وہ رقم نہ دے سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس صاحبِ نصاب شخص کے ذمے قربانی واجب نہیں۔(فتاویٰ عثمانی)

قربانی واجب ہونے کے لیے کس وقت صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے؟

قربانی واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص قربانی کے تین دنوں (یعنی 10، 11 اور 12 ذوالحجہ) میں صاحبِ نصاب ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے ان تین دنوں سے پہلے صاحبِ نصاب تھا یا ان تین دنوں کے بعد صاحبِ نصاب بنا لیکن قربانی کے ان تین دنوں میں صاحبِ نصاب نہیں تھا تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں۔اور یہ واضح رہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے تین دنوں میں 12 ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے کسی بھی وقت صاحبِ نصاب بن جائے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

(المحیط البرہانی، بدائع الصنائع، ردالمحتار، فتاویٰ رحیمیہ)

قربانی کے نصاب میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

1۔ ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہے۔ میاں بیوی، والدین اولاد، بہنوں اور بھائیوں میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ حساب لگایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہو گی، اسی طرح اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہو گی، یہی حکم بہنوں، بھائیوں اور دیگر افراد کا بھی ہے۔ اسی طرح قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے مال کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال آجائے تو اسی کے ذمّے قربانی واجب ہے اور جس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال نہ ہو تو اس کے ذمے قربانی واجب نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی، ردالمحتار)

2۔ جو شخص صاحبِ نصاب ہو اس کے ذمے اسی کی قربانی واجب ہے، اس کے ذمے کسی اور کی قربانی واجب نہیں، ہاں اگر یہ شخص اس کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی کرلے تو بھی جائز ہے۔ (ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ رحیمیہ)

3۔ اولاد گھر کے اخراجات کے لیے رقم والد ہی کو دے دیتے ہوں تو ایسی صورت میں اگر والد کو وہ رقم مالک بنا کر دی جاتی ہو تو وہ رقم والد ہی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، لیکن اگر وہ رقم والد کو مالک بنا کر نہیں دی جاتی ہو بلکہ صرف انہی کے پاس جمع رہتی ہو تو ایسی صورت میں اس رقم میں جن جن حضرات کا جتنا حصہ ہے اتنا حصہ ہر ایک کے نصاب میں شمار کیا جائے گا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

کیا گھر کے سربراہ کی قربانی گھر والوں کی طرف سے کافی ہے؟

شریعت کا حکم یہ ہے کہ گھر کے افراد میں سے جو جو افراد صاحبِ نصاب ہوں تو ہر ایک کے ذمے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہے، گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے ہرگز کافی نہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک ہی قربانی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے بھی فرمایا کرتے تھے، تو واضح رہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قربانی تو حضور ﷺ ہی کی جانب سے ہوا کرتی تھی البتہ اس کے ثواب میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک فرمالیا کرتے تھے کہ ان کو بھی ایصالِ ثواب کر دیا کرتے۔

اور یہ مطلب مراد لینے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے، تو ظاہر ہے کہ امت کی طرف سے قربانی کرنے کا مقصد سوائے ثواب پہنچانے کے اور کیا ہو سکتا ہے، تو اسی طرح ازواجِ مطہرات کی جانب سے کی جانے والی قربانی کا مقصد بھی یہی ہے، چنانچہ سنن ابی داود میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذبح کے دن (یعنی قربانی کے دن) دو سینگوں والے خصی دنبے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور پھر مذکورہ بالا دعا پڑھی۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ! یہ قربانی

تیری طرف سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے، تو اس کو محمد اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما، اس کے بعد آپ ﷺ نے ذبح کیا۔(حدیث:2797)

نیز مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (دونوں دنبے) اپنے ہاتھ سے ذبح کیے اور یوں فرمایا کہ: بِسْمِ اللهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔

(حدیث:14837)

کیا اس حدیث کی رو سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ چوں کہ حضور ﷺ نے امت کی طرف سے قربانی فرمادی ہے اس لیے اب کسی کو قربانی کرنے کی ضرورت نہیں، ظاہر ہے کہ یہ بات ہر گز درست نہیں کیوں کہ پھر تو قربانی سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات کالعدم اور بے معنیٰ قرار پائیں گی اور قربانی جیسی عظیم عبادت معطّل ہو کر رہ جائے گی، معاذ اللہ۔

قربانی کے جانوروں سے متعلق احکام

کون کون سے جانوروں کی قربانی جائز ہے؟

قربانی چونکہ ایک مخصوص عبادت کا نام ہے، اس لیے ہر حلال جانور کی قربانی جائز نہیں بلکہ اس کے لیے چند مخصوص جانور مقرر ہیں، صرف انہی کی قربانی جائز ہے، اور وہ جانور یہ ہیں:

- اونٹ، اونٹنی۔
- گائے، بیل، بھینس، بھینسا۔
- بکرا، بکری۔
- دنبہ، مینڈھا، بھیڑ۔ (فتاویٰ قاضی خان، بدائع الصنائع، ردالمحتار، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

وضاحت: جانور حلال اور حرام ہونے میں اپنی ماں کے تابع ہوا کرتا ہے، اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہوگا اگرچہ وہ کسی حرام جانور کے مشابہہ ہی کیوں نہ ہو، اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہوگا اگرچہ وہ کسی حلال جانور کے مشابہہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے اگر ان مذکورہ جانوروں میں سے کوئی مادہ جانور کسی حرام جانور سے حاملہ ہوئی ہو تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ حلال ہوگا اور اس کی قربانی بھی جائز ہوگی۔

(بدائع، ردالمحتار، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

قربانی کے جانوروں کی عمریں:

- اونٹ، اونٹنی: کم از کم پانچ سال۔
- گائے، بیل، بھینس، بھینسا: کم از کم دو سال۔
- بکرا، بکری، دنبہ، بھیڑ، مینڈھا: کم از کم ایک سال۔

اگر قربانی کے جانور کی عمر مذکورہ بالا عمر سے کم ہو بھلے ایک دن ہی سہی تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔
(بدائع الصنائع، رد المحتار، جواہر الفقہ، اعلاء السنن، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

چھ ماہ کے دنبے، مینڈھے اور بھیڑ سے متعلق وضاحت:

دنبہ، بھیڑ اور مینڈھا اگر سال سے کم ہو اور کم از کم چھ ماہ یا اس سے زیادہ کا ہو لیکن اس قدر صحت مند اور بڑا ہو کہ ایک سال کا معلوم ہوتا ہو اور اس میں اور سال کی عمر والے دنبوں میں فرق نہ ہو سکے تو ان کی قربانی تب بھی جائز ہے۔ یاد رہے کہ یہ حکم بکری اور بکرے کے لیے نہیں ہے۔(مجمع الانہر، فتح القدیر، اعلاء السنن، تکملۃ فتح الملہم، فتاویٰ رحیمیہ، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل)

جانوروں کی عمروں میں اسلامی سال کا اعتبار:

جانوروں کی ان عمروں میں اصل اعتبار اسلامی یعنی چاند کے سال کا ہے نہ کہ شمسی سال کا، اس لیے چاند کے اعتبار سے عمر پوری ہونا ضروری ہے بھلے سورج کے اعتبار سے ان کی عمر کم ہو۔(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)
مسئلہ: اگر کسی جانور کی عمر قربانی کے ایام میں پوری ہو رہی ہو تو عمر پوری ہو جانے کے بعد ہی ان کی قربانی جائز ہے، اسی طرح اگر کسی جانور کی عمر قربانی کے تیسرے دن پوری ہو رہی ہو تو تیسرے دن ہی قربانی جائز ہو گی، اس سے پہلے نہیں۔(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام، فتاویٰ رحیمیہ)

قربانی کے جانوروں میں کم از کم دو دانت ہونے کی شرعی حیثیت:

مذکورہ بالا جانور جب اپنی ان مطلوبہ عمروں کو پہنچ جاتے ہیں تو عموماً ان کے دو دانت نکل آتے ہیں، جو کہ اس بات کی علامت ہوا کرتے ہیں کہ جانور کی مطلوبہ عمر پوری ہو چکی ہے، لیکن اس میں یہ بات یاد رہے کہ اصل اعتبار عمر کا ہے نہ کہ دانتوں کا، اگر کسی جانور کی عمر پوری ہو چکی ہو لیکن اس کے دو دانت ابھی تک نہیں نکلے ہوں تو ایسے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ اگر کسی جانور کے دانت پورے نہ ہوں لیکن بیوپاری کا کہنا ہو کہ عمر پوری ہو چکی ہے اگرچہ دانت نہیں نکلے ہیں اور جانور کی ظاہری حالت بھی یہی بتلا رہی ہو کہ عمر پوری ہو چکی ہے تو ایسی صورت میں بیوپاری کی بات پر اعتماد کرنا درست ہے، البتہ ایسے امور میں کسی ماہر کی رائے لے لی جائے تاکہ شبہ نہ رہے۔(جواہر الفقہ، فتاویٰ رحیمیہ)

قربانی کے جانوروں میں شرکت سے متعلق احکام

کون سے جانور میں کتنے افراد شریک ہو سکتے ہیں؟

1: بڑے جانور جیسے اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل، بھینس، بھینسا میں ایک سے لے کر سات تک افراد شریک ہو سکتے ہیں، چاہے جفت افراد ہوں یا طاق، لیکن سات سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں۔ (ردالمحتار، بدائع الصنائع، فتاویٰ عالمگیری، جواہر الفقہ، اعلاء السنن)

2: چھوٹے جانور جیسے بکرا، بکری، دنبہ، بھیڑ، مینڈھا میں سے ہر ایک میں صرف ایک آدمی ہی کی قربانی جائز ہے، اس میں ایک سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں۔ (ردالمحتار، اعلاء السنن)

کیا قربانی کے شرکاء کا طاق ہونا ضروری ہے؟؟

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کے جانور میں صرف طاق یعنی ایک، تین، پانچ یا سات افراد ہی شریک ہو سکتے ہیں، جفت افراد نہیں، حالاں کہ یہ واضح غلطی ہے، کیوں کہ اوپر مذکور مسئلے سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ قربانی کے جانور میں جفت یعنی دو، چار یا چھ افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

قربانی کے بڑے جانور میں شرکاء کے حصوں سے متعلق ایک اہم وضاحت:

قربانی کے جانور میں جتنے بھی افراد شریک ہوں اس میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو جیسے کسی جانور میں سات افراد اس طرح شریک ہوں کہ پانچ افراد کا ایک ایک حصہ ہو، ایک کا ڈیڑھ حصہ ہو اور ایک کا آدھا حصہ ہو، اس صورت میں چونکہ ایک کا حصہ آدھا ہے جو کہ ساتویں حصے سے کم ہے، اس لیے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔ (الدر المختار مع ردالمحتار، فتاویٰ عثمانی)

”قربانی کے جانور میں شریک افراد میں سے کسی کا بھی حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں ہونا چاہیے“ اس مسئلے کی وضاحت:

ماقبل میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ قربانی کے بڑے جانور میں سات سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں، اس سے یہ اہم بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قربانی کے جانور میں جتنے بھی افراد شریک ہوں اس میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ جس طرح سات سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں، اسی طرح یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ اگر افراد سات یا سات سے کم ہوں لیکن حصوں کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ شرکاء میں سے بعض یا سب کا حصہ ساتویں حصے سے کم آرہا ہو تب بھی جائز نہیں۔ اس بات کو مثالوں سے سمجھنے کی کوشش کیجیے:

1۔ کسی بڑے جانور میں آٹھ افراد شریک ہوں تو ظاہر ہے کہ ہر ایک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہوگیا، تو یہ جائز نہیں۔

2۔ کسی جانور میں سات سے کم افراد اس طرح شریک ہوں کہ بعض یا سب کا حصہ ایک سے زیادہ ہو، یعنی ہر ایک کے پاس ایک ایک مکمل حصہ ہو اور باقی حصہ کسر میں ہو، تو یہ بھی جائز ہے کیوں کہ ہر ایک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے، جیسے ایک جانور میں چار افراد اس طرح شریک ہوں کہ دو افراد کا ایک ایک حصہ ہو، جبکہ باقی دو افراد کے ڈھائی ڈھائی حصے ہوں تو یہ بھی جائز ہے کیوں کہ کسی کا بھی حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں۔

3۔ کسی جانور میں سات افراد اس طرح شریک ہوں کہ پانچ افراد کا ایک ایک حصہ ہو، ایک کا ڈیڑھ حصہ ہو اور ایک کا آدھا حصہ ہو، اس صورت میں چونکہ ایک کا حصہ صرف آدھا ہے جو کہ ساتویں حصے سے کم ہے، اس لیے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

4۔ ایک جانور میں دو افراد اس طرح شریک ہوں کہ دونوں کے ساڑھے تین ساڑھے تین حصے ہوں تو یہ بھی جائز ہے کیوں کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں۔ (الدر المختار مع رد المحتار، فتاویٰ عثمانی، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

قربانی کے شرکاء کے عقیدے سے متعلق اہم مسئلہ:

1: قربانی کے جانور میں شریک ہونے والے تمام شُرکاء کا مسلمان ہونا ضروری ہے، اگر کوئی ایک بھی ان میں سے مسلمان نہ ہو تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔ اسی طرح کوشش یہی ہونی چاہیے کہ تمام شُرکاء صحیح العقیدہ مسلمان ہوں تاکہ قربانی کی یہ عظیم عبادت بخوبی ادا کی جاسکے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، فتاویٰ عالمگیری، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

قربانی کے شرکاء کا مال حلال ہونا ضروری ہے:

1: قربانی کے جانور میں شریک ہونے والے تمام افراد کا مال حلال ہونا ضروری ہے، اگر کسی شریک کا مال حرام ہو اور اس کے باوجود بھی اس کو شریک کیا گیا تو متعدد اہلِ علم کے نزدیک تمام شُرکاء میں سے کسی کی بھی قربانی ادا نہیں ہوگی۔

2: اگر کسی شریک کا اکثر مال حلال ہو اور یہ علم نہ ہو کہ وہ حلال رقم دے رہا ہے یا حرام تو ایسی صورت اس کو شریک کرنا بھی درست ہے۔

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد کسی کو شریک کرنے کا حکم:

کسی صاحبِ نصاب شخص نے اپنے لیے قربانی کا جانور خریدا، پھر اس میں کسی اور کو شریک کرنے کا ارادہ ہوا تو یہ جائز تو ہے البتہ بہتر نہیں، بلکہ بہتر یہی ہے کہ پہلے سے شریک کرنے کی نیت ہونی چاہیے، لیکن اگر غیر صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا اور خریدتے وقت کسی کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی تو اب اس کے لیے کسی اور کو شریک کرنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری، بزازیہ، مجمع الانہر، فتاویٰ محمودیہ)

قربانی میں نیت سے متعلق احکام

قربانی میں محض گوشت کی نیت کرنے کا حکم:

قربانی کے جانور میں شریک ہونے والے تمام افراد کی نیت قربانی ہی کی ہونی چاہیے، اگر کسی کی نیت محض گوشت کی ہو تو شُرکا میں سے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہو گی۔(الدر المختار مع رد المحتار، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل)

قربانی کے جانور میں عقیقے کی نیت کرنے کا حکم:

قربانی کے بڑے جانور میں بعض افراد قربانی کی نیت سے شریک ہوں اور بعض عقیقے کی نیت سے تو یہ بھی جائز ہے۔اسی طرح ایک شخص ایک ہی جانور میں بعض حصے قربانی کے رکھے اور بعض حصے عقیقے کے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن یہ جائز نہیں کہ ایک ہی حصے میں قربانی کی بھی نیت کی جائے اور عقیقے کی بھی،اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ ایک ہی جانور کو مکمل طور پر قربانی کی نیت سے بھی ذبح کیا جائے اور عقیقے کی نیت سے بھی۔
(فتاویٰ رحیمیہ، فتاویٰ عثمانی ودیگر کتب)

قربانی کے جانور میں نفلی قربانی کی نیت کرنے کا حکم:

قربانی کے بڑے جانور میں بعض افراد نفلی قربانی کی نیت سے شریک ہوں اور بعض واجب قربانی کی نیت سے تو یہ بھی جائز ہے۔
(فتاویٰ عثمانی)

قربانی کے جانور میں ایصالِ ثواب کی نیت سے متعلق احکام:

1: اپنی واجب یا نفلی قربانی کا ایصالِ ثواب دوسرے تک پہنچانا درست ہے چاہے وہ زندہ ہو یا فوت شدہ۔اور جس طرح کسی ایک شخص تک اس کا ثواب پہنچانا درست ہے اسی طرح ایک سے زائد افراد تک پہنچانا بھی درست ہے، اور یہ واضح رہے کہ ایصالِ ثواب کی صورت میں اس قربانی کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی۔

2: ایک امتی کے لیے بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے کہ وہ اپنے آقا سرکارِ دو عالم حضور اقدس ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کا اہتمام کرے۔

3: قربانی کے جانور میں ایصالِ ثواب کی نیت کرتے وقت یہ بھی درست ہے کہ ایک بڑے جانور میں بعض حصے واجب قربانی کے ہوں اور بعض حصے نفلی قربانی کے طور پر ایصالِ ثواب کی نیت سے رکھے جائیں۔

4: ایک چھوٹے جانور میں ایک سے زائد افراد شریک ہو کر ایصالِ ثواب کی نیت کریں تو یہ جائز نہیں۔

5: جس بڑے جانور میں سات افراد شریک ہوں اور اس جانور کے ساتویں حصے میں ایک سے زائد افراد مل کر ایصالِ ثواب کی نیت کریں تو یہ جائز

نہیں، کیوں کہ اس صورت میں شریک ہونے والے افراد میں سے ہر ایک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو جاتا ہے جو کہ جائز نہیں۔

6: اگر بڑے جانور میں سات سے کم افراد شریک ہوں اور کسی شریک کا بھی حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو تو باقی ماندہ ساتویں حصے میں سب یا بعض شرکاء کا ایصالِ ثواب کی نیت سے شریک ہونا احتیاط کے خلاف ہے جس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جیسے ایک بڑے جانور میں چھ افراد اس طرح شریک ہوں کہ ہر ایک نے اپنے لیے ایک ایک مکمل حصہ رکھا، پھر ساتویں حصے میں سب نے مل کر مشترکہ طور پر ایصالِ ثواب کی نیت کی تو ان کی اصل قربانی تو درست ہو گی لیکن یہ ساتویں حصے میں ایصالِ ثواب کی مشترکہ نیت احتیاط کے خلاف ہے، کیوں کہ جب ساتویں حصے میں سب یا بعض افراد شریک ہوں گے تو ہر ایک کا حصہ کسر میں آئے گا، اور کسر حصے کی قربانی مستقل طور پر مشروع نہیں، البتہ یہ کسی حصے کے تابع بن سکتا ہے جیسا کہ قربانی کے حصوں میں تفصیل بیان ہو چکی، جب کسر حصے کی قربانی مستقل طور پر مشروع نہیں تو اس میں ایصال ثواب کی نیت کرنا بعض اہل علم کے نزدیک درست نہیں، کیوں کہ ایصالِ ثواب کے لیے مستقل قربت پر مبنی حصہ ہونا چاہیے۔ اس لیے اس کا حل یہ ہے کہ اس حصے میں کوئی ایک شریک ہی نیت کرے۔ (فتاویٰ عثمانی، غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق از مفتی محمد رضوان صاحب)

قربانی کا جانور خریدنے کے احکام و آداب

قربانی کے لیے نیت کی درستی کی اہمیت:

قربانی کا جانور خریدنے کے لیے جانے سے پہلے اپنی نیت درست کر لینی چاہیے کہ یہ عظیم عبادت محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر انجام دی جا رہی ہے۔ اس میں ہر قسم کی ریاکاری اور نام و نمود سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مہنگا جانور لانے سے بعض لوگوں کا مقصد ریاکاری بھی ہوا کرتا ہے، جس کی وجہ سے یہ عبادت گناہ کا سبب بن جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسی نام و نمود والی عبادت اللہ کی بارگاہ میں کہاں قبول ہوتی ہے!!

قربانی کرتے ہوئے دل کی رضامندی:

قربانی کی یہ عبادت بوجھ سمجھ کر بے دلی کے ساتھ ادا کرنے کی بجائے خوشی خوشی ادا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے۔

قربانی کا جانور خریدنے کے لیے حلال مال کی اہمیت:

قربانی کا جانور حلال مال سے خریدنا چاہیے، کیوں کہ حرام مال کی قربانی جائز بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی صورت قبول بھی نہیں۔

قربانی کا جانور خریدنے کے لیے جاتے وقت شرعی احکام کی پاسداری کی ضرورت:

قربانی کا جانور خریدنے کے لیے بھی جب جانا ہو تو قدم قدم پر دیگر شرعی احکامات کی پابندی کے ساتھ ساتھ نماز کا بھی خصوصی خیال رکھنا چاہیے، آجکل اس میں بڑی ہی غفلت کی جا رہی ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اس سفر میں بھی میوزک چلا لیتے ہیں، حالاں کہ یہ تو بہر صورت

ناجائز ہے، لیکن کیا یہ ناجائز امور کسی عبادت کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں؟؟

منڈی جانے سے پہلے قربانی کے جانور سے متعلق مسائل سیکھنے کی ضرورت:

منڈی جانے سے پہلے جانور خریدنے سے متعلق اہم مسائل سیکھ لینا ضروری ہے، تاکہ جانور خریدنے میں ہر قسم کی غلطی سے بچا جاسکے، اور ساتھ میں بہتر یہ ہے کہ کسی مستند مفتی صاحب کا فون نمبر بھی اپنے پاس رکھا جائے تاکہ ضرورت پیش آنے پر ان سے رابطہ کیا جاسکے، آجکل بہت سے لوگ جانور خریدنے سے متعلق احکام نہیں سیکھتے، جس کی وجہ سے انھیں جانور خریدنے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا وہ ایسا جانور خرید لیتے ہیں جس کی قربانی جائز ہی نہیں ہوتی۔

منڈی جانے کے لیے بہتر وقت:

اگر کوئی عذر نہ ہو تو خرید وفروخت کے لیے صبح ہی صبح چلے جانا بہتر ہے اور یہی بہترین اور بابرکت وقت ہے۔

منڈی جانے کی دعا:

1: منڈی چوں کہ بازار ہے اس لیے وہاں پہنچنے کے بعد یہ دعا پڑھ لینی چاہیے:

بِسْمِ اللهِ، اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ السُّوْقِ وَشَرِّ مَا فِيهَا، وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُصِيْبَ فِيْهَا يَمِيْنًا فَاجِرَةً، أَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً. (عمل اليوم والليلة لابن السني حديث: ١٨١)

ترجمہ: اللہ کے نام سے (بازار میں داخل ہوتا ہوں)۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار اور اس کی چیزوں کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور برائی سے پناہ مانگتا ہوں، اور اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس میں جھوٹی قسم کھاؤں یا گھاٹے کا سودا کروں۔

2: منڈی میں یہ دعا پڑھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (سنن الترمذی حدیث:3428)

اس دعا کے پڑھنے سے دس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں، دس لاکھ گناہ معاف ہوتے ہیں، اور اس کے دس لاکھ درجے بلند ہوتے ہیں۔

جانور خریدنے کی دعا:

جب جانور خرید لیا جائے تو اس پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا ثابت ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ.

(سنن ابی داود حدیث:2162)

ترجمہ: اے اللہ! اس (جانور) اور اس کی فطرت میں جو تو نے خیر رکھا ہے اس کا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور اس (جانور) کے اور اس کی فطرت کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

جانور کی خرید وفروخت میں شرعی احکام کی پاسداری:

منڈی میں خریداری کرتے وقت خرید وفروخت کے شرعی احکام کی پاسداری کرنی چاہیے، جس کے لیے کسی مستند عالم یا مفتی سے خریداری کے بنیادی احکام سیکھ لیے جائیں، تاکہ قربانی کی اس عظیم الشان عبادت میں کسی غیر شرعی معاملے کے ارتکاب کرنے سے حفاظت ہو سکے۔

خریداری کے وقت امانت، دیانت اور سچائی کا مظاہرہ:

خریداری کرتے وقت جھوٹ بولنے، جھوٹی قسم کھانے اور دھوکہ دینے سے اجتناب کرنا عام حالات میں بھی بہت ضروری ہے، البتہ قربانی کا جانور چوں کہ ایک عظیم عبادت کی ادائیگی کے لیے خریدا جاتا ہے اس لیے اس میں تو ان گناہوں سے بچنے کا خوب سے خوب اہتمام ہونا چاہیے۔ بعض لوگ ان چیزوں سے بچنے کی پرواہ ہی نہیں کرتے، جو کہ مؤمن کی شان ہر گز نہیں۔ اس لیے معاملہ کرتے وقت مکمل دیانت داری، امانت داری اور سچائی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

دوسرے کے سودے پر سودا کرنے کی ممانعت:

جہاں یہ معلوم ہو کہ دیگر حضرات کسی جانور کا سودا کر رہے ہیں تو وہاں زیادہ قیمت بتا کر سودا اپنی طرف پھیر لینے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح جب ان کا سودا طے ہو جائے تو زیادہ دام دے کر ان کا سودا خراب کرنے سے بھی شریعت نے منع فرمایا ہے، اس لیے جہاں یہ معلوم ہو کہ کچھ لوگ کسی جانور کا سودا کر رہے ہیں تو انھیں تسلی سے سودا کر لینے دیا جائے اور خود وہاں سے ذرا دور انتظار کیا جائے۔ البتہ جہاں نیلامی ہو رہی ہو تو وہاں چوں کہ مقصود ہی بولی ہوتی ہے اس لیے اس صورت میں بولی میں حصہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل)

ادھار، قسطوں کے ذریعے یا قرض لے کر جانور خریدنے کا حکم:

شرعی طریقے سے ادھار یا قسطوں کے ذریعے خریدے گئے جانور کی قربانی بھی جائز ہے، اسی طرح قرض لے کر خریدے گئے جانور کی قربانی بھی جائز ہے، البتہ جس شخص پر قربانی واجب نہیں ہے تو اس کے لیے یہ اچھا نہیں ہے کہ وہ قرض لے کر قربانی کرے، کیوں کہ بلا وجہ قرض لینا پسندیدہ نہیں، لیکن قربانی بالکل درست شمار ہو گی۔ (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل احکام ودیگر کتب)

وزن کے ذریعے جانور کی خرید وفروخت کا حکم:

آجکل زندہ جانور کی خرید وفروخت وزن کے ذریعے بھی کی جاتی ہے، جس کی رائج صورت یہ ہے کہ فی کلو کے حساب سے قیمت طے کی جاتی ہے، پھر جانور کو وزن کر کے کلو کے حساب سے بننے والی مجموعی قیمت پر خرید وفروخت کا معاملہ طے پاتا ہے، سو یہ صورت بالکل جائز ہے۔
(فتاویٰ عثمانی، قربانی کے احکام ومسائل از مفتی اعظم ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ)

جانور خریدتے وقت جانور سے متعلق دلی اطمینان کی ضرورت:

جانور خریدتے وقت جانور کو ہر اعتبار سے دیکھ لیا جائے۔ آنکھ، کان، سینگ، زبان، دانت، ناک، دم، پاؤں، تھن وغیرہ دیکھ لیے جائیں، اور اسی طرح عمر سے متعلق بھی اطمینان کر لیا جائے تاکہ ہر قسم کی غلطی سے بچا جاسکے۔

جانور اپنے مقام تک لانے میں احتیاط کی ضرورت:

جانور خریدنے کے بعد اپنے مقام تک لانے کے لیے اس کے مناسب سواری کا انتظام کرنا چاہیے، اسی طرح گاڑی میں جانور سوار کرتے وقت اور اتارتے احتیاط سے کام لینا چاہیے تاکہ اس سے جانور کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور ایسا کوئی عیب لاحق نہ ہو جس کی وجہ سے قربانی ہی جائز نہ رہے، اور نا ہی کسی کو نقصان پہنچے۔

قربانی کے جانوروں کے عیُوب سے متعلق تفصیلی احکام

قربانی ایک عبادت ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے ایسے جانور کا انتخاب کیا جائے جو ہر عیب سے پاک ہو تاکہ یہ عبادت حسن خوبی کے ساتھ انجام دی جاسکے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بعض چیزیں تو بظاہر عیب نظر آتی ہیں لیکن شریعت کی نظر میں وہ ان عیوب میں داخل نہیں ہوتیں جن کی وجہ سے کسی جانور کی قربانی جائز ہی نہ ہو بلکہ شریعت کی نظر میں ہر وہ عیب قربانی کے جائز ہونے میں رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے جانور کی منفعت یا جمال مکمل طور پر فوت ہو جائے، ایسے عیب کی وجہ سے قربانی جائز نہیں رہتی، اور جو عیب اس سے کم درجے کا ہو اس کی وجہ سے جانور کی قربانی ناجائز تو نہیں ہوتی لیکن کوشش یہی کرنی چاہیے کہ قربانی کے لیے ایسے جانور کا انتخاب کیا جائے جو ہر قسم کے عیب سے پاک ہو۔
جانوروں کے عیوب کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے بطورِ تمہید ایک اہم بات کی وضاحت درج ذیل ہے جو کہ خصوصاً اہل علم کے لیے مفید ہے۔
عیب کی اقسام: جانوروں میں پائے جانے والے عیب کی دو قسمیں ہیں:
1: عیبِ قلیل، یعنی معمولی عیب، جس کو عیبِ یسیر بھی کہتے ہیں۔
2: عیبِ کثیر، جس کو عیبِ فاحش بھی کہتے ہیں۔

جانوروں کے عیوب سے متعلق حضراتِ فقہائے کرام کے اقوال کی بنیاد (برائے اہلِ علم):

اس بات پر تو جمہور حضرات فقہا کرام متفق ہیں کہ عیبِ قلیل قربانی کے درست ہونے میں رکاوٹ نہیں بنتا، جبکہ عیبِ کثیر کے ہوتے ہوئے قربانی درست نہیں ہوتی۔ البتہ عیبِ قلیل اور عیبِ کثیر کی تعریف اور ان کے مابین حدِّ فاصل کی تعیین میں اختلاف ہے، اسی اختلاف کا نتیجہ ہے کہ کان، ناک اور دم جیسے اعضا میں سے اگر کچھ حصہ کٹا ہوا ہو یا کسی آنکھ کی بینائی کمزور ہو تو اس کے مانع ہونے اور نہ ہونے میں متعدد مختلف آرا سامنے آتی ہیں، یہی وہ بنیاد ہے جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض حضرات پریشانی کا شکار ہو کر کچھ فیصلہ نہیں کر پاتے، اس لیے اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ اختلاف کو سمجھنے اور راجح قول کی تعیین میں آسانی رہے۔

حضراتِ فقہائے کرام کے اقوال کا خلاصہ:

کان، ناک اور دم جیسے اعضا میں سے اگر کچھ حصہ کٹا ہوا ہو یا آنکھ کی بینائی متاثر ہو تو اس کے مانع ہونے اور نہ ہونے میں مختلف آرا ہیں:

1: ثلث یعنی تہائی تک عیبِ قلیل کے زمرے میں آتا ہے جبکہ ثلث سے زیادہ عیبِ کثیر ہے۔ (اس کو جواہر الفقہ میں اختیار کیا گیا ہے۔)

2: ثلث یعنی تہائی سے کم عیبِ قلیل کے زمرے میں آتا ہے جبکہ ثلث اور اس سے زیادہ عیبِ کثیر کے زمرے میں آتا ہے۔

(اس قول کو اِن کتب میں اختیار کیا گیا ہے: قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل واحکام از حضرت مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب، قربانی کے احکام ومسائل از مفتی اعظم مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ، قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا۔)

3: نصف یعنی آدھے سے کم عیبِ قلیل ہے جبکہ نصف اور اس سے زیادہ عیبِ کثیر ہے۔

(اس قول کو ''ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام از مفتی رضوان صاحب'' میں اختیار کیا گیا ہے۔)

ان میں سے پہلا قول ظاہر الروایہ ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں اس کو صحیح قرار دیتے ہوئے اسی پر فتوی دیا گیا ہے، اور اسی قول کو مختصر الوقایہ اور الاصلاح میں اختیار کیا گیا ہے۔ (فتاوی شامی، فتاویٰ قاضی خان)

جبکہ ان میں سے تیسرا قول حضراتِ صاحبین یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کا ہے، اور اس کی طرف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا رجوع بھی ثابت ہے کہ نصف سے کم عیبِ قلیل ہے، جبکہ نصف اور نصف سے زیادہ عیبِ کثیر ہے۔ اسی کو کنز، ہدایہ، ملتقیٰ، در مختار وغیرہ میں اختیار کیا گیا ہے۔

<u>خلاصہ:</u> اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرات فقہائے کرام کا یہ اختلاف درحقیقت عیبِ قلیل اور عیبِ کثیر کی تعریف کے اختلاف پر مبنی ہے۔ ان میں سے دوسرا قول احتیاط پر مبنی ہے، اور تیسرا قول وسعت اور گنجائش پر مبنی ہے، جبکہ پہلا قول درمیانہ ہے۔

اس اہم تفصیل کے بعد قربانی کے جانور کے عیوب سے متعلق شرعی احکام تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں:

جسم سے متعلق عیوب:

جو جانور اس قدر کمزور ہو کہ ہڈیوں میں گودا ہی نہ رہا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر کمزور تو ہو لیکن ہڈیوں میں گودا موجود ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل اور مسائل، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

کانوں سے متعلق عیوب:

1: جس جانور کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں ہی کان نہ ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (عالمگیری، جواہر الفقہ، فتاوی رحیمیہ)

2: جس جانور کے کان تو ہوں لیکن پیدائشی طور پر ہی چھوٹے ہوں تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

(بدائع الصنائع، ردالمحتار، فتاویٰ رحیمیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

3: جس جانور کا کان ایک تہائی سے زیادہ کٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر اس سے کم کٹا ہو تو قربانی جائز ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان، جواہر الفقہ)

سینگوں سے متعلق عیوب:

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں، یا سینگ چھوٹے ہوں، یا سینگ ٹوٹ چکے ہوں لیکن جڑ سے نہ ٹوٹے ہوں؛ تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے، البتہ اگر جڑ ہی سے اکھڑ جائیں تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری، امداد الفتاویٰ، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ رحیمیہ، احسن الفتاویٰ، تکملۃ فتح الملہم، جواہر الفقہ)

آنکھوں سے متعلق عیوب:

1: جو جانور اندھا ہو یا بالکل کانا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (البحر الرائق، ردالمحتار)

2: جس جانور کی بینائی ایک تہائی سے زیادہ چلی گئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)

3: بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے۔ (ردالمحتار، فتاویٰ عالمگیری)

ناک سے متعلق عیوب:

جس جانور کی ناک کٹ چکی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر نکیل ڈالنے کے لیے اس میں سوراخ کیا گیا ہو تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ (فتاویٰ عالمگیری، الدر المختار، بدائع الصنائع، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

دانتوں سے متعلق عیوب:

1: جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں، یا اکثر دانت گر جانے کی وجہ سے وہ چارہ نہ کھا سکتا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

2: جس جانور کے کچھ دانت گر چکے ہوں لیکن وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

وضاحت: بعض حضرات اکابر نے یہ فرمایا ہے کہ چوں کہ دانتوں سے مقصود چارہ کھانا ہے، اس لیے اگر کسی جانور کے دانت نہ ہوں لیکن وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔(ہندیہ)

زبان سے متعلق عیوب:

جس جانور کی زبان ایک تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ بعض حضرات کے نزدیک اگر بکری کی زبان کٹی ہو لیکن وہ چارہ کھا سکتی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔(ردالمحتار)

پاؤں سے متعلق عیوب:

1: جو جانور اس قدر لنگڑا ہو کہ چلنے کے قابل ہی نہ ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر یہ لنگڑا پن معمولی سا ہو اور چلنے پھرنے میں رکاوٹ نہ بنتا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔

2: جس جانور کا کوئی پاؤں اس قدر زخمی ہو کہ اس کے سہارے چل ہی نہ سکتا ہو اور چلتے ہوئے اس کو زمین سے لگاتا ہی نہ ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر چلتے ہوئے وہ پاؤں زمین سے لگا کے چلتا ہو جس کی وجہ سے اس کو سہارا مل جاتا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

(ردالمحتار، البحرالرائق، فتاویٰ محمودیہ، احسن الفتاویٰ، فتاویٰ عثمانی)

دُم سے متعلق عیوب:

1: جس جانور کی پیدائشی دم ہی نہ ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ جس جانور کی دم پیدائشی طور پر ہی چھوٹی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

2: جس جانور کی دم ایک تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اگر اس سے کم کٹی ہو تو قربانی جائز ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان، جواہر الفقہ)

3: جس دنبے کی چکتی ایک تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، لیکن اگر اس سے کم کٹی ہو تو قربانی جائز ہے۔ البتہ دنبے کی چکتی کے نیچے جو چھوٹی سی دم ہوتی ہے اگر وہ پوری بھی کٹ جائے تو اس کی قربانی جائز ہے۔(فتاویٰ قاضی خان)

تھنوں سے متعلق عیوب:

1۔اونٹنی، گائے اور بھینس کے دو تھن کٹ گئے ہوں، یا دو تھنوں کی گھنڈیاں کٹ چکی ہوں، یا کسی مرض کی وجہ سے دو تھن خشک ہو چکے ہوں؛ تو ان تمام صورتوں میں ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

2: بکری اور بھیڑ کا ایک تھن کٹ گیا ہو، یا ایک تھن کا سرا کٹ گیا ہو، یا کسی مرض کی وجہ سے ایک تھن خشک ہو گیا ہو؛ تو ان تمام صورتوں میں اس کی قربانی جائز نہیں۔(فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ محمودیہ،ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

گابھن جانور کی قربانی کا حکم:

گابھن (یعنی حاملہ) جانور کی قربانی جائز ہے،ذبح کرنے کے بعد اگر بچہ زندہ نکل آئے تو اس کو بھی ذبح کردے، لیکن اگر مردہ نکلے تو اس کا کھانا حلال نہیں،البتہ گابھن جانور کی ولادت کا زمانہ قریب ہی ہو تو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ،امداد الاحکام، فتاویٰ رحیمیہ،ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

ذبح کے وقت جانور میں عیب پیدا ہو جانے کا حکم:

جس جانور میں ذبح کرتے وقت کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا۔(ردالمحتار، مجمع الانہر، فتاویٰ محمودیہ)

خصی جانور کی قربانی کا حکم:

خصی جانور کی قربانی بالکل جائز بلکہ افضل ہے۔(اعلاء السنن،جواہر الفقہ، محمودیہ، تکملۃ فتح الملہم)

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد گم ہو جائے یا اس میں کوئی عیب پیدا ہو جائے:

1: اگر کسی صاحبِ نصاب شخص سے قربانی کا جانور گم ہو جائے اور وہ اس کے باوجود بھی صاحبِ نصاب ہو تو اس کے ذمّے دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے،اس صورت میں اگر اس نے دوسرا جانور خرید لیا، پھر وہ پہلا گم شدہ جانور بھی مل گیا تو اس کے ذمے ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہے۔ لیکن اگر کسی غیر صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا، پھر اس سے قربانی کا جانور گم ہو گیا تو اس کے ذمے دوسری قربانی واجب نہیں۔ لیکن اگر اس نے اس کے بعد دوسرا جانور قربانی کے لیے خریدا، پھر قربانی کے ایام میں وہ پہلا گم شدہ جانور بھی مل گیا تو اس کے ذمے دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہے اور اگر قربانی کے تین دن کے بعد وہ جانور ملا تو اس کو صدقہ کرنا ضروری ہے،البتہ اگر دوسرا جانور خریدتے وقت یہ نیت تھی کہ یہ دوسرا جانور اس گم شدہ جانور کی جگہ خرید رہا ہوں تو ایسی صورت میں ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ)

2: قربانی کا جانور خریدنے کے بعد جانور میں ایسا کوئی عیب پیدا ہو گیا کہ جس کی وجہ سے اس جانور کی قربانی جائز نہ رہی تو اگر وہ شخص اس کے باوجود بھی صاحبِ نصاب ہے تو اس کے ذمے دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے، لیکن اگر وہ صاحبِ نصاب نہیں ہے تو اسی عیب دار جانور کی قربانی کرلے۔(قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل اور مسائل از حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم)

قربانی کے جانور سے نفع اٹھانے کا حکم:

قربانی کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کا دودھ، اون اور گوبر وغیرہ اپنے استعمال میں لانا اور اس سے نفع اٹھانا درج ذیل صورتوں میں جائز ہے:

1: جانور گھر کا پالتو ہو۔

2: جانور خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ کی ہو۔

3: جانور قربانی کی نیت سے خریدا ہو لیکن وہ باہر چل پھر کر چارہ نہیں کھاتا ہو بلکہ مالک اس کو چارہ کھلاتا ہو، جیسا کہ آجکل عموماً شہروں میں ہوتا ہے۔

ان تین صورتوں میں جانور کے دودھ، اون اور گوبر وغیرہ سے نفع اٹھانا اور ان کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ البتہ اگر جانور قربانی کی نیت سے خریدا ہو اور وہ باہر چل پھر کر چرنے پر گزارہ کرتا ہو تو اس کے دودھ، اون وغیرہ سے نفع اٹھانا درست نہیں، بلکہ ان کو صدقہ کرنا چاہیے، اگر کسی نے یہ چیزیں اپنے استعمال میں لائیں تو ان کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔(احسن الفتاویٰ)

جانور ذبح کرنے کے احکام و آداب

ذبح سے متعلق احکام سے واقفیت کی اہمیت:

جانور ذبح کرنے سے پہلے ذبح سے متعلق مسائل کو جاننا ضروری ہے تاکہ جانور کو صحیح طریقے سے ذبح کیا جا سکے، اور ذبح سے متعلق معاشرے میں رائج غلطیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔ آجکل بہت سے لوگ مسائل سیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ نظریاتی اور عملی طور پر متعدد غیر شرعی امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

ذبح کے اسلامی طریقے کی خوبی:

اسلام نے جانور ذبح کرنے سے متعلق جن احکام اور طریقہ کار کی تعلیم دی ہے ان میں جانور کی بھرپور رعایت کی گئی ہے اور اس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کہ جانور کو تکلیف کم سے کم ہو۔ اس طریقے سے بندوں کو ایک پاکیزہ اور طیب رزق بھی میسر آتا ہے۔ اور یہ خوبی صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کا خاصہ ہے۔

قربانی کے ایام:

1: قربانی کے تین دن ہیں: 10، 11 اور 12 ذوالحجہ یعنی عید کا پہلا، دوسرا اور تیسرا دن۔

(موطا امام مالک رقم: 1774 مع اعلاء السنن، البحر الرائق، رد المحتار، فتاویٰ محمودیہ)

2: قربانی ان تین دنوں میں سے کسی بھی دن کی جاسکتی ہے البتہ پہلا دن افضل ہے، پھر دوسرا دن اور پھر تیسرا دن۔ لیکن تیسرے دن یعنی 12 ذوالحجہ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد پھر قربانی جائز نہیں۔ (البحر الرائق، رد المحتار، فتاوی عالمگیری، فتاوی محمودیہ، بہشتی زیور)

3: قربانی کا وقت ویسے تو دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے لیکن شہر اور اسی طرح وہ گاؤں اور دیہات جو شہر کے حکم میں ہوتے ہیں، جہاں عید کی نماز ادا کی جاتی ہے وہاں عید کی نماز کے بعد ہی قربانی جائز ہے، اس سے پہلے جائز نہیں۔ شہر میں جہاں کہیں بھی عید کی نماز ادا ہو جائے تو اس کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ البتہ وہ چھوٹے گاؤں، دیہات جہاں عید کی نماز ادا کرنا جائز نہیں وہاں دس ذوالحجہ کی صبح صادق کے بعد بھی قربانی کرنا درست ہے لیکن اس سے پہلے نہیں۔ (اعلاء السنن، البحر، رد المحتار، الاختیار، بہشتی زیور، جواہر الفقہ)

4: قربانی کا جانور ان تین دنوں میں دن کو بھی ذبح کرنا جائز ہے اور رات کو بھی، لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر قرار نہیں دیا گیا ہے، البتہ اگر روشنی کا مناسب انتظام ہو اور جانور کے ذبح کرنے میں بھی کوئی دشواری نہ ہو تو رات کو ذبح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(اعلاء السنن، رد المحتار، بہشتی زیور، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

5: کسی صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کے ان ایام میں قربانی نہیں کی یہاں تک کہ 12 ذوالحجہ کا سورج غروب ہو گیا تو ایسی صورت میں اب درمیانے درجے کے بکرے یا دنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اگر جانور خریدنے کے باوجود بھی قربانی کے ایام میں قربانی نہ کر سکا تو اب اسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (اعلاء السنن، امداد الاحکام، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل اور مسائل، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

6: اگر کوئی شخص اپنی قربانی کسی اور گاؤں، شہر یا ملک میں کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ جس دن اس کی قربانی کا جانور ذبح ہو رہا ہو اس دن دونوں جگہوں میں قربانی کے تین دنوں میں سے کوئی دن ہو، اگر قربانی کرنے والے شخص کے ہاں قربانی کا دن نہ ہو اور جہاں قربانی کی جا رہی ہے وہاں قربانی کا دن ہو تو ایسی صورت میں یہ قربانی درست نہیں ہوگی، اس لیے احتیاط پر مبنی صورت یہی ہے کہ عید کے ایسے دن قربانی کا جانور ذبح کیا جائے جس میں دونوں جگہ قربانی کے تین دنوں میں سے کوئی دن ہو۔

(فتاویٰ عثمانی، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام، قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا)

ذبح کرتے وقت جانور کو بے جا تکلیف دینے کی ممانعت:

اس بات کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے کہ جانور کے ساتھ نرمی اور رحمدلی کا معاملہ کیا جائے اور اس کو کسی بھی معاملے میں بے جا اضافی تکلیف نہ دی جائے، اس لیے ہر اس عمل سے اجتناب کیا جائے کہ جو جانور کے لیے بے جا اضافی تکلیف کا باعث ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا

ہے کہ جو شخص ذبیحہ کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ قیامت کے دن اس پر رحم فرمائے گا۔(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث: 7913)

1: جانور کو ذبح کی جگہ لے جاتے ہوئے حتی الامکان نرمی اور آہستگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے، بلا ضرورت گھسیٹ کر لے جانا ممنوع ہے کیوں کہ یہ بے جا تکلیف کا باعث ہے۔

2: جانور کو ذبح کے لیے لِٹاتے ہوئے بھی حتی الامکان نرمی اور آہستگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

3: ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیوں کہ یہ اس جانور کے لیے تکلیف کا باعث ہے، البتہ اگر کوئی عذر ہو تو اس صورت میں اس میں کوئی حرج نہیں۔

4: جانور کے سامنے چھری تیز کرنا یا جانور کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا بھی ممنوع ہیں، صحیح طریقہ یہی ہے کہ جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی جانور سے چھپا کر چھری اچھی طرح تیز کرلی جائے۔

5: کند چھری سے ذبح کرنا ممنوع ہے کیوں کہ اضافی تکلیف کا باعث ہے، اس لیے ذبح کرنے کے لیے چھری اچھی طرح تیز کرلینی چاہیے۔

6: قربانی کے جانور کو ذبح سے پہلے بھوکا پیاسا رکھنا بھی درست نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس کو خوب کھلایا پلایا جائے۔

(فتاوی عالمگیری، بدائع الصنائع، ردالمحتار)

ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ کرنے کا حکم:

ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ کرلینا سنت ہے، اسی طرح ذبح کرنے والے کا قبلہ رخ ہونا بھی سنت ہے، ان دونوں باتوں کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے قبلہ رخ ہونا مشکل ہو تو جس طرف سہولت ہو سکے اسی طرف جانور کو ذبح کیا جائے۔

(بدائع الصنائع، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ)

دائیں ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم:

جانور کو دائیں ہاتھ سے ذبح کرنا سنت ہے، اور ضرورت پڑے تو بائیں ہاتھ سے مدد لی جا سکتی ہے۔ البتہ اگر دائیں ہاتھ سے ذبح کرنے میں مشکلات ہو تو ایسی صورت میں بائیں ہاتھ سے ذبح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کی فضیلت:

افضل یہ ہے کہ قربانی کرنے والا شخص خود ہی ذبح کرے لیکن اگر کوئی اور شخص اس کی اجازت سے ذبح کرلے تو بھی جائز ہے، البتہ اس بات کا دھیان رکھنا ضروری ہے کہ جس شخص کو جانور ذبح کرنے کے لیے بلایا جائے وہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور شرائط پر بھی پورا اُترتا ہو۔

(فتاویٰ عالمگیری، جواہر الفقہ، فتاویٰ رحیمیہ، اعلاء السنن، تکملۃ فتح الملہم)

ذبح کے وقت شُرکاء کی موجودگی کا حکم:

ذبح کے وقت تمام شُرکاء کا موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ سب کی طرف سے اجازت ہی کافی ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ ذبح کے وقت موجود رہا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ، بہشتی زیور، فتاویٰ رحیمیہ، تکملۃ فتح الملہم، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

ذبح اور نحر کی حقیقت:

1: ''ذبح'' درحقیقت جبڑے اور سینے کے درمیان مخصوص رگیں کاٹنے کا نام ہے، جبکہ ''نحر'' حلق کے آخر اور سینے کے قریب رگیں کاٹنے کا نام ہے۔

2: بکرا، بکری، دنبہ، مینڈھا، بھیڑ، گائے، بیل، بھینسا اور بھینس میں ''ذبح'' سنت ہے، جبکہ اونٹ اور اونٹنی میں ''نحر'' سنت ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

ذبح میں کاٹی جانے والی رگیں:

ذبح میں چار رگیں کاٹی جاتیں ہیں:

1: حُلقوم یعنی سانس کی نالی، جس کو نرخرہ بھی کہا جاتا ہے۔

2: مری یعنی کھانے پینے کی نالی۔

3: وَدَجَین یعنی خون کی دو رگیں، یہ سانس کی نالی کے دائیں بائیں دو رگیں ہوتی ہیں، جن کو شہ رگ بھی کہا جاتا ہے۔

یہ چاروں رگیں کاٹنے کو ذبح کہا جاتا ہے۔ کوشش تو یہی ہو کہ یہ چاروں رگیں کٹ جائیں البتہ اگر ان میں سے تین بھی کٹ جائیں تب بھی جانور حلال سمجھا جائے گا۔ (مختصر القدوری مع الجوہرۃ، فتاوی عالمگیری، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

جانور کو عُقدہ یعنی گلے کی گھنڈی اور سینے کے درمیان ذبح کرنے کا حکم:

جانور کو عُقدہ یعنی گلے کی گھنڈی اور سینے کے درمیان ذبح کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی نے جبڑوں اور گھنڈی کے مابین ذبح کرلیا اور وہ خاص رگیں کٹ گئیں تو بھی ذبح درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ، احسن الفتاویٰ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

گدی کی جانب سے جانور ذبح کرنے کا حکم:

ذبح کرتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ گلے ہی کی جانب سے ذبح کیا جائے، گلے کو چھوڑ کر گدی کی جانب سے ذبح کرنا مکروہ ہے، اس میں جانور کو بے جا تکلیف دینا ہے، البتہ اگر کسی نے گدی کی جانب سے ذبح کرلیا اور وہ خاص رگیں کٹ گئیں تو جانور حلال ہے لیکن یہ عمل مکروہ ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، المحیط البرہانی، البحر الرائق)

ذبح کرتے وقت نیت کیا ہونی چاہیے؟

ذبح کرتے وقت دل میں نیت ہونی چاہیے کہ یہ جانور اللہ کی رضا کی خاطر قربانی کی نیت سے ذبح کر رہا ہوں۔ (جواہر الفقہ)

ذبح کے لیے جانور لٹانے کے بعد کی دعا:

جب جانور کو ذبح کرنے کے لیے قبلہ رخ لٹایا جائے تو یہ دعا پڑھنا بہتر ہے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(قربانی کے احکام و مسائل از مفتی اعظم ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل و احکام)

ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا:

ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے، جس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے: بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل و احکام)

ذبح کرتے وقت بسم اللہ بھول جانے کا حکم:

اگر ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت بسم اللہ بھول گیا تو تب بھی ذبح حلال ہے لیکن جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا تو جانور حرام ہو جائے گا۔

(البحر الرائق، رد المحتار، فتاویٰ عالمگیری، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ)

ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا کس کے ذمے ہے؟

ذبح کرتے وقت صرف ذبح کرنے والے کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، اسی طرح اگر چھری چلانے والے افراد ایک سے زائد ہوں تو ان سب کے ذمے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، باقی جن حضرات نے جانور پکڑ رکھا ہو تو ان کے ذمے بسم اللہ اور تکبیر کہنا ضروری نہیں۔

(امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام)

ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا:

1: ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے، کیوں کہ غیر مسلم کا ذبح حلال نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

2: جہاں تک اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی شخص کے ذبیحے کا حکم ہے تو اگر وہ واقعی اہل کتاب میں سے ہو، اپنے آسمانی دین کو برحق جانتا ہو، اپنے پیغمبر اور کتاب پر ایمان رکھتا ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے شرط یہ ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے۔ لیکن یہ صورتحال بہت ہی کم ہے

کیوں کہ بہت سے (بلکہ اکثر) عیسائی اور یہودی وہ مردم شماری میں تو عیسائی اور یہودی ہی کہلاتے ہیں لیکن در حقیقت وہ لا مذہب دہری اور مادہ پرست ہوتے ہیں، جو اپنے آسمانی دین کے منکر، اپنے پیغمبروں اور کتابوں کے منکر حتی کہ خدا ہی کے منکر ہوتے ہیں، ایسے نام کے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال نہیں، بہر حال کوشش یہی ہو کہ ذبح کے لیے کسی صحیح العقیدہ مسلمان ہی کا انتخاب کیا جائے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: جواہر الفقہ)

عورت اور نابالغ بچے کے ذبح کا حکم:

عورت اور اسی طرح نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتے ہوں تو ان کا ذبح بالکل درست ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، امداد الفتاویٰ)

گویائی سے محروم شخص کے ذبیحہ کا حکم:

گویائی سے محروم شخص کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ وہ ذبح کا طریقہ جانتا ہو کہ ذبح میں کتنی اور کون کون سی رگیں کاٹنی چاہیے اور اس کو تکبیر کا طریقہ بھی اشارے سے سکھایا جائے کہ اگر وہ اشارے سے تکبیر کہہ دے تب بھی کافی ہے، اور اگر وہ تکبیر کے لیے زبان کو حرکت دینے پر قادر ہے تو اچھی بات ہے۔ (امداد الاحکام و دیگر کتب)

بلا وضو اور حالتِ جنابت میں جانور ذبح کرنے کا حکم:

ذبح کرنے والے شخص کا باوضو ہونا ضروری نہیں، بلکہ بے وضو کے بھی ذبح کیا جا سکتا ہے، اسی طرح جنابت کی حالت میں اگر کسی نے ذبح کیا تب بھی ذبح درست ہے۔ البتہ مناسب یہی ہے کہ طہارت کے ساتھ ذبح کیا جائے۔ (رد المحتار، الموسوعۃ الفقہیہ و دیگر کتب)

ذبح کے بعد کھال کب اتاری جائے؟

ذبح کرنے کے بعد جب جانور سے روح نکل جائے تو اس کے بعد ہی کھال اتارنی چاہیے، روح نکلنے سے پہلے کھال اتارنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری)

حلال جانور کے وہ سات اجزا جن کا کھانا ناجائز ہے:

حلال جانور جب شرعی طریقے سے ذبح کر لیا جائے تو اس کا سارا گوشت اور تمام اجزا حلال ہو جاتے ہیں، البتہ حلال جانور کے سات اجزا ایسے ہیں کہ ان کو کھانا جائز نہیں:

1: بہنے والا خون، اس سے مراد وہ خون ہے جو ذبح کے وقت جسم سے بہتا ہے۔ جس کو انگریزی میں Flowing Blood کہتے ہیں۔

2: نر جانور کی پیشاب گاہ۔ جس کو انگریزی میں Penis کہتے ہیں۔

3: نر جانور کی خصیتین یعنی کپورے۔ جس کو انگریزی میں Testicles کہتے ہیں۔

تنبیہ: آجکل بہت سے لوگ کپورے کھانے کو جائز سمجھتے ہیں، واضح رہے کہ غلطی ہے کیوں کہ کپورے کھانا ناجائز اور گناہ ہے۔

4: مادہ جانور کی پیشاب گاہ یعنی فَرج۔ جس کو انگریزی میں Vulva کہتے ہیں۔

5: نر اور مادہ جانور کا مثانہ، یعنی پیشاب کی وہ تھیلی جس میں پیشاب جمع رہتا ہے۔ جس کو انگریزی میں Urinary Bladder کہتے ہیں۔

6: غدود، جسم کے مختلف حصوں پائی جانے والی ایک گلٹی کو کہتے ہیں۔ جس کو انگریزی میں Glands کہتے ہیں، یہ درحقیقت گوشت کی سخت گرہ ہوتی ہے جو کہ بیماری کی وجہ سے کھال اور نرم گوشت کے درمیان ابھر آتی ہے، گویا کہ یہ ہر جانور میں نہیں ہوتی بلکہ جس کو وہ بیماری لاحق ہوتی ہے صرف اسی جانور میں ہوتی ہے۔

7: پِتہ، جگر کے نیچے ایک چھوٹی سی تھیلی جس میں پِت جمع ہوتا رہتا ہے۔ جس کو انگریزی میں Gall-bladder اور پشتو میں تریخ کہتے ہیں۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ردالمحتار، محمودیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

مسئلہ: حرام مغز کھانا حلال ہے، یہ جانور کی پشت کے مہرے یعنی ریڑھ کی ہڈی کے اندر سفید رنگ کا گودا لمبے دھاگے کی شکل میں ہوتا ہے۔

(کفایت المفتی، امداد الاحکام، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

مسئلہ: حلال جانور کی اوجھڑی کھانا بھی حلال ہے، خوب پاک صاف کر کے کھایا جائے۔ (محمودیہ، کفایت المفتی، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

گوشت تقسیم کرنے کے احکام

1: قربانی کے بڑے جانور میں ایک سے زائد شُرکاء ہوں اور وہ باہمی گوشت تقسیم کرنا چاہیں تو اندازے سے گوشت تقسیم کرنا جائز نہیں، بلکہ محتاط طریقے سے وزن کر کے ہی تقسیم کیا جائے تاکہ سب کو برابر حصہ پہنچے، البتہ اگر ہر حصے میں کچھ کلیجی، کچھ سری پائے اور کھال رکھ دیے جائیں تو ایسی صورت میں پھر باہمی رضامندی سے اندازے سے بھی تقسیم کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر قربانی میں شریک افراد ایک ہی جگہ رہتے ہوں اور ان کا کھانا پینا مشترک ہو اور وہ گوشت تقسیم نہ کرنا چاہیں تو بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، احسن الفتاویٰ)

2: قربانی کرنے والا اگر اپنے حصے کا سارا کا سارا گوشت خود ہی رکھنا چاہے تب بھی جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کیے جائیں: ایک حصہ اپنے گھر کے لیے رکھے، ایک حصہ رشتہ داروں کے لیے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کرے۔

(فتاویٰ عالمگیریہ، البحر الرائق، ردالمحتار، جواہر الفقہ، فتاویٰ محمودیہ، تکملۃ فتح الملہم)

3: قربانی کا گوشت امیر، غریب، سید، مسلم، غیر مسلم سب کو دینا جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، محمودیہ)

4: قربانی کا گوشت رقم کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کر لیا تو اس رقم کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (البحر الرائق، ردالمحتار)

5: قربانی کا گوشت اجرت اور تنخواہ کے طور پر دینا جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ امام، مؤذن اور معلم کو تنخواہ اور قصائی کو اجرت کے طور پر گوشت دینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان، ردالمحتار، جواہر الفقہ، امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام)

قربانی کی کھال سے متعلق شرعی احکام

قربانی کی کھال میں تصرف کی مختلف صورتیں

قربانی کی کھال اپنی ذاتی استعمال میں لانے کا حکم:

قربانی کی کھال اپنے ذاتی استعمال میں لانا بھی جائز ہے کہ اس سے جائے نماز بنالی جائے، مشکیزہ یا جوتا بنالیا جائے، یا کتابوں کی جلد بندی میں استعمال کیا جائے۔(الاختیار لتعلیل المختار، اعلاء السنن، جواہر الفقہ، فتاویٰ رحیمیہ)

قربانی کی کھال فروخت کرنے کا حکم:

1: قربانی کی کھال کو کسی ایسی چیز کے عوض فروخت کرنا بھی جائز ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو جیسے: اس کے عوض کتب خریدی جائیں، فرنیچر خریدا جائے، جوتے خریدے جائیں وغیرہ۔(الاختیار، بدائع، اعلاء السنن، جواہر الفقہ، احسن الفتاویٰ)

2: قربانی کی کھال کو رقم کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کرلی تو اس رقم کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص رقم صدقہ کرنے کی نیت سے کھال فروخت کرے تو یہ جائز ہے، اور اس صورت میں بھی رقم صدقہ کرنا واجب ہے۔

قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف:

یہ بات واضح رہے کہ قربانی کرنے والا شخص اگر قربانی کی کھال رقم کے عوض فروخت کردے تو اس رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے، اس لیے جہاں زکوۃ دینا جائز نہیں وہاں یہ رقم دینا بھی جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ رقم ہسپتال، پارک، کنویں، مسجد، مدرسے، پُل یا کسی رفاہی ادارے کی تعمیر میں صَرف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح وہ رفاہی ادارے جو مستحقین کو یہ رقم مالکانہ طور پر نہ دیتے ہوں تو ان کو بھی یہ رقم دینا جائز نہیں۔

قربانی کی کھال کسی دوسرے کو دینے کا حکم:

قربانی کی کھال کا حکم قربانی کے گوشت کی طرح ہے جو کہ امیر، غریب، اولاد، والدین، امام، مؤذن، معلم، سید وغیرہ سب کو دینا جائز ہے۔

مسئلہ: قربانی کی کھال جس شخص کو مالکانہ طور پر دے دی جائے (چاہے امیر ہو یا غریب، یا جو کوئی بھی ہو) تو اس کو اس کھال سے متعلق مکمل جائز اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ چاہے تو اس کو اپنے استعمال میں لائے، کسی کو گفٹ کردے یا اس کو فروخت کرکے اس کی رقم اپنے استعمال میں لائے یا کسی دوسرے کو دے دے یا کوئی بھی جائز تصرف کرے؛ یہ سب جائز ہیں۔(البحر، ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

قربانی کی کھال صَرف کرنے کے لیے کسی کو وکیل بنانے کا حکم:

اگر قربانی کی کھال کسی کو مالکانہ طور پر نہ دی جائے کہ اس کی ذات کے لیے اس کو مالک بنا کر دی جائے، بلکہ اس کو یہ کھال اس لیے دی جائے کہ وہ اس کھال کو کسی جائز مصرف میں استعمال کرے تو ایسی صورت میں جس شخص کو یہ کھال دی جارہی ہے وہ کھال دینے والے کی طرف سے وکیل قرار پاتا ہے، اس لیے اس وکیل کے لیے وہ تمام امور اور تصرفات جائز ہوں گے جو اصل مالک کے لیے جائز ہیں، کھال کے معاملے میں جن امور کا اصل مالک پابند ہے تو انھی امور کا پابند یہ وکیل بھی ہوگا کیوں کہ وکیل کی حیثیت موکل ہی کی ہوا کرتی ہے اور اس کا تصرف درحقیقت موکل ہی کا تصرف شمار ہوتا ہے، اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے عرض ہے کہ اگر اصل مالک نے اس دوسرے شخص کو کھال صدقہ کرنے کے لیے وکیل بنایا ہے تو اس کو اسی کا اختیار حاصل ہوگا، اور اگر کھال کو فروخت کرکے اس کی قیمت صدقہ کرنے کا وکیل بنایا ہے تو اس کو اسی کا اختیار حاصل ہوگا اور وکیل اس کی قیمت انھی امور میں صرف کرسکتا ہے جہاں زکوٰۃ صرف کرنا جائز ہے، اور ایسی جگہ یہ قیمت صرف نہ کرے جہاں زکوۃ دینا جائز نہیں۔

رفاہی اداروں کو کھال دینے کی شرعی حیثیت:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کسی رفاہی ادارے یا تنظیم کو جو کھال دی جاتی ہے تو وہ عموماً ان کو مالکانہ طور پر نہیں دی جاتی کہ وہ کھال ان کی ذاتی ملکیت میں دی جائے کہ وہ اس میں جس طرح چاہیں تصرف کریں، بلکہ وہ کھال ان کو اس مقصد کے لیے دی جاتی ہے کہ اس کھال کو فروخت کرکے اس کی قیمت کو کسی درست مصرف میں استعمال کرلیں، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس قیمت کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے، جس کی تفصیل اوپر بیان ہوچکی، اس لیے جو ادارے کھال کو درست مصرف میں صرف کرنے کا اہتمام کرتے ہیں تو ان کو کھال دینا جائز ہے لیکن جو ادارے ایسے شرعی احکام کا اہتمام نہیں کرتے تو ان کو کھال دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

مسئلہ: قربانی کی کھال کی رقم مسجد کو دینا جائز نہیں، اس سے سڑکیں، ہسپتال، کنواں وغیرہ بنانا بھی جائز نہیں، اسی طرح اس سے مدرسے کی تعمیر بھی جائز نہیں، البتہ مدرسے کے مستحق طلبہ کے لیے دینا جائز ہے۔

(جواہر الفقہ، احسن الفتاویٰ، قربانی کے احکام ومسائل از مفتی اعظم ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ)

قربانی کی کھال عوض کے طور پر دینا:

قربانی کی کھال اجرت، تنخواہ یا کسی اور عوض کے طور پر دینا جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ امام، مؤذن اور معلم کو تنخواہ اور قصائی کو اجرت کے طور پر کھال دینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان، رد المحتار، جواہر الفقہ، امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام)